اضطرابِ قلوب کو ختم کرنے، اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رکھنے اور شکوہ و شکایت کی عادت سے نجات دلوانے والی ایک اثر انگیز تحریر

# اِحساسِ نِعمت

مؤلف

علامہ محمد اکمل عطا قادری عطاری

ناشر

مکتبہ اعلیٰ حضرت مزنگ لاہور

# پہلے اسے پڑھئے

**بنی نوع** انسان کونفس وشیطان کے چنگل سے چھڑا کرآخرت کی جانب مائل کرنے کا جذبہ اوراس کیلئے عملی کوشش اختیار کرنا بلا مبالغہ سعادت مندوں کا حصہ ہے۔اسی مقصدِ عظیم کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بے شمار انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رضی اللہ عنہم کو دنیامیں مبعوث فرمایا۔

**الحمدللہ** عزّ وجل! امیر اہلسنّت حضرت مولانا محمد الیاس قادری مدظلہ العالی کی صحبت و تربیت اور دعوتِ اسلامی کے غیر سیاسی پاکیزہ ماحول سے وابستگی کی برکت سے مذکورہ بالا نعمتِ عظمی میں سے مؤلفِ موصوف کوبھی وافر حصہ ملا ہے' آپ کے ہاتھوں میں موجود رِسالہ اس کی بہت بڑی دلیل ہے۔

**علامہ** موصوف نے اپنے اطراف میں اللہ تعالیٰ کی ہزار ہا نعمتوں کو یکسر فراموش کر کے زبان اعتراض دراز کرنے والے مسلمانوں کو دیکھ کر ضروری سمجھا کہ اس گناہِ عظیم سے محفوظ رکھنے کیلئے چند مدنی معروضات کوتحریری شکل میں پیش کیا جائے۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی مسلمان بھائی اس تحریر کو پڑھ کر ہمیشہ کیلئے تائب ہوجائے۔اگر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مطلوبہ نتیجہ حاصل ہوگیا تو اُمید ہے کہ یہ تحریر مختصر مولف اور دیگر تعاون فرمانے والے اسلامی بھائیوں کیلئے بلندیٔ درجات بلکہ عین ممکن ہے کہ نجات و بخشش کا ذریعہ بھی بن جائے۔

**مطالعہ** فرمانے والے تمام قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر آپ اس رسالے کو مذکورہ مقصد کے حصول کیلئے مؤثر تصور فرمائیں تو کم از کم شکوہ وشکایت میں مبتلا مسلمان بھائیوں کواس کے پڑھنے کی ضرور ترغیب دلایئے' اِن شاءَ اللہ عزّ وجل آپ پر بھی رحمتِ الٰہی کا نزول ہوگا۔

**دورانِ** مطالعہ جب آپ **احساسِ نعمت** پر پہنچیں گے تو ہمیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کامل یقین ہے کہ اگر آپ کا دل زندہ ہوا تو قلبی کیفیات اور آنسوؤں پر قابو پانا مشکل ہوجائے گا۔

**ہوسکتا** ہے کہ اس رسالے میں تحریر شدہ کچھ جملے بعض اسلامی بھائیوں کیلئے دِل آزاری کا سبب بن جائیں۔اگر کسی اسلامی بھائی کو دورانِ مطالعہ اس قسم کی کیفیت محسوس ہو تو ان کی خدمت میں پیشگی معذرت کرتے ہوئے مؤدبانہ مدنی التجاء ہے کہ دیگر اسلامی بھائیوں کی متوقع اصلاح کے فائدے کو پیش نظر رکھتے ہوئے عفو ورگزر کی سنت پر عمل پیرا ہونے کی سعادت حاصل کرنے کی کوشش کیجئے گا اور اس کوشش کے حصول میں آسانی کیلئے شکوہ شکایت سے بچنے کے ساتویں طریقے کے تحت **نعمتوں کی کمی میں حکمتِ الٰہی کو عقلی لحاظ سے ثابت کرنے کی کوشش** کو پڑھ یاسن لینا بے حد مفید ثابت ہوگا۔

**اللہ تعالیٰ** اس تحریر کو اپنی بارگاہ میں درجۂ قبولیت عطا فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

خادم مکتبہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محمد اجمل قادری عطاری عفی عنہ

# انتساب

**سگِ عطار** اس تالیفِ لطیف کو چودھویں صدی ہجری کی ان دو بزرگ ہستیوں کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنے پر فخر محسوس کرتا ہے کہ جن کے وجود مسعود کی برکت سے آج بلا مبالغہ کروڑوں مسلمانوں کا روحانی وجود قائم و دائم ہے اور اِن شاءَ اللہ عزَّ وجلّ لاتعداد کا قیامت تک قائم ودائم رہے گا۔

**ان** دو عظیم ہستیوں سے میری مراد امیرِ اہلسنّت امیر دعوتِ اسلامی مولانا ابوالبلال محمد الیاس عطار قادری ضیائی دامت برکاتہم العالیہ اور حضرت مولانا سیّد عبدالقادر ضیائی باپو شریف مدظلہ العالی ہیں۔

**پر خلوص** دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا بزرگوں اور دیگر علماء ومشائخ اہلسنّت کا سایۂ رحمت تادیر ہمارے سروں پر قائم ودائم فرمائے۔

**آمین بجاہ النبی الامین** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اے اللہ عزَّ وجلّ قبول فرمالے (یہ دعا) امانت دارنبی کی عظمت وبزرگی کے وسیلے سے‘ان پر اللہ تعالیٰ رحمت وسلامتی نازل فرمائے۔

**محمد اکمل قادری عطاری**

۲۷ جمادی الاول ۱۴۲۰ھ

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد الانبیاء والمرسلین

اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

**میرے پیارے اسلامی بھائیو!** جنت اللہ تعالیٰ کی رحمت وکرم نوازی کا مقام ہے‘اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جوانسان اس مقامِ برکت میں داخل ہونے میں کامیاب ہوگیا وہ ایسے ایسے انعامات سے نوازا جائے گا کہ جو کبھی اس کے وہم وگمان میں بھی نہ تھے جیسا کہ مخبرِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ اللہ عزَّ وجل ارشادفرماتا ہے، میں نے اپنے نیک بندوں کیلئے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی‘نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی انسان کے دل پر ان کا خیال گرزا۔ (بخاری ومسلم)

اور ان نعمتوں کے حصول کے ساتھ ساتھ زوالِ نعمت سے محفوظ فرمادینا بھی اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے انعامات میں سے ایک ایسا انعام ہوگا جو ان محبوبانِ باری تعالیٰ کو من جانبِ ربِ العلیٰ، بعدِ دخولِ جنت عطا فرما کر مستقبل کے معاملے میں بےخوف کردیا جائے گا جیسا کہ شافعِ محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جب جنتی جنت میں پہنچ جائینگے تو ایک پکارنے والا پکارے گا تمہارے لئے یہ ہے کہ تم ہمیشہ تندرست رہو گے کبھی بیمار نہ پڑو گے‘ ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی نہ مردہ ہوگے‘ ہمیشہ جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہ ہوگے اور ہمیشہ خوش رہو گے کبھی غمگین نہ ہوگے۔ (مسلم)

ان فضائل وبرکات کے پیشِ نظر ہر ذہین وسمجھدار شخص کو چاہئے کہ جنت کے حصول میں معان ومددگار نیک اعمال کی ادائیگی اور اس نعمتِ عظمٰی سے محروم کروادینے والے بُرے اعمال سے محفوظ رہنے پر استقامت حاصل کرنے کی بھرپور کوشش جاری رکھے۔ کیونکہ جس کے پیشِ نظر کوئی بڑا مقصد ہوتو اسے غفلت وسستی اختیار کرنا بےوقوفی وجہالت کی واضح علامت ہے۔

**جنت جیسے اعلیٰ مقام سے محروم کروادینے والے اعمال میں سے ایک عمل اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا نہ کرنا اور شکوہ شکایت کے ذریعے ناشکرے پن میں مبتلا ہونا بھی ہے۔**

**بدقسمتی** سے آج ہمارے مسلمانوں کی اکثریت اللہ عزَّ وجل کی بارگاہ میں شکوہ شکایت جیسے قبیح ترین فعل میں‘ انجام کی پرواہ کئے بغیر مصروف ومشغول ہے۔ علمِ دین سے دُوری کے باعث غالبًا اکثر مسلمان ایسے ہیں کہ جو اسے گناہ ہی تصوُّر نہیں کرتے اور انہیں اس بات کا احساس وشعور حاصل نہیں کہ بے پرواہی کے ساتھ زبان سے نکالے جانے والے یہ الفاظ‘ ان کیلئے کس قدر خطرناک ثابت ہوں گے۔

## شکوہ شکایت کے ناجائز و حرام ہونے کی وجوہات

۱...... جب بندہ نعمتوں کی کمی یا موجودہ نعمتوں کے چھن جانے پر شکووں کا انبار لگادیتا ہے تو گویا وہ یوں ثابت کرنا چاہ رہا ہے کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ نے میرے معاملے میں انصاف سے کام نہیں لیا یا تقسیم الٰہی ناقص ہے یا اللہ عزَّ وجل نے ظلم سے کام لیا ہے یا وہ ہمیں بھول گیا ہے یا ہم سے غافل ہوگیا ہے۔ یقیناً ہر سمجھدار مسلمان بخوبی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ بے انصاف، غافل، بھولنے والا، ظالم اور تقسیم میں نقائص کا شکار ہوجانے والا تصور کرنا یا کم از کم ایسے الفاظ ادا کرنا کہ جن سے اس قسم کا تصور قائم کرنے کا شبہ پیدا ہوتا ہو، کس قدر بڑا گناہ ہے۔ یہ تو کوئی معمولی انسان بھی پسند نہ کرے گا کہ اس کے متعلق کسی کی اس قسم کی سوچ ہو تو پھر ہر عیب و نقص سے پاک ومنزہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک کیلئے یہ سوچ کس طرح مناسب ہوسکتی ہے؟ چنانچہ اسی گناہ کی پاداش میں اس بندے کیلئے عذاب اور اللہ عزَّ وجل کی ناراضگی لازم ہوجاتی ہے۔

۲...... اس قسم کی سوچ رکھنے والا یا ایسے الفاظ کی صورت میں ادا کرنے والا خود کو حق بجانب تصور کرتا ہے اور غلطی کرنے کے باوجود خود کو دُرست یا حق پر تصور کرنا بھی ایک قابل گرفت جرم ہے۔

۳...... شکوہ زبان پر اسی وقت جاری ہوتا ہے کہ جب موجود نعمتوں کی اہمیت نگاہِ انسان سے نکل جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو حقیر و معمولی سمجھنا بھی یقیناً اللہ تعالیٰ کو غضبناک کرنے کیلئے کافی ہے۔

عموماً شکوہ و شکایت جاری ہونا دو سبب سے ہوتا ہے: (۱) نعمتوں کی کمی کا احساس (۲) موجودہ نعمت کا چھن جانا۔

### پہلا سبب...... نعمتوں کی کمی کا احساس

**اس** احساس کا پیدا ہونا کبھی تو شیطان کی جانب سے ہوتا ہے، کبھی رشتہ داروں، دوست احباب، دیگر میل جول رکھنے والوں کی طرف سے یا اولاد کی جانب سے اور کبھی فلمیں ڈرامے دیکھنے اور ناول و ڈائجسٹ وغیرہ پڑھنے کی بناء پر۔

**شیطان** کی طرف سے اسطرح کہ وہ انسان کو بار بار دوسروں سے نعمتوں کے معاملے میں اپنا موازنہ و مقابلہ کرنے کی سوچ دیتا ہے مثلاً اسے اسطرح سوچنے کی طرف مائل کرتا ہے کہ فلاں کو تو اللہ تعالیٰ نے اتنا مال و دولت سے نوازا ہے اور ہمیں صحیح طرح کھانے پینے اور بدن ڈھانکنے کو بھی میسر نہیں، فلاں کے بچے اعلیٰ اسکولوں میں پڑھتے ہیں جبکہ ہمارے پاس اپنے بچوں کو گورنمنٹ کے اسکولوں میں پڑھانے کیلئے بھی ہمت نہیں، فلاں تو ہر دوسرے تیسرے روز نئے لباس میں ملبوس نظر آتا ہے جبکہ ہمیں عید پر بھی نئے کپڑے نصیب نہیں ہوتے، فلاں کو کار کوٹھی عطا فرمائی ہے اور ہمارے پاس تو سائیکل بھی موجود نہیں، گھر ہے تو وہ ٹوٹا پھوٹا جو بارش کے دنوں میں ٹپکنا شروع کر دیتا ہے، فلاں کے گھر روزانہ بہترین کھانا پکتا ہے بلکہ کئی قسم کے کھانے پکتے ہیں اور ہمیں روزانہ دال نصیب ہوتی ہے

بلکہ اس میں بھی کبھی کبھی ناغہ ہوجاتا ہے، فلاں کو اللہ عزّ وجل نے اتنے حسن و جمال سے نوازا اور مجھے ظاہری خوبصورتی سے بھی محروم رکھا، فلاں کو کتنا ذہین بنایا ہے اور مجھے کند ذہن، فلاں کو کتنی پیاری آواز عطا فرمائی اور مجھے کیسی بھونڈی، فلاں کو بولنے کی بہترین صلاحیت بخشی اور مجھے اس نعمت سے محروم فرمایا، فلاں کھیل کود میں کیا ماہر ہے' ہر ایک اس کی تعریف کرتا ہے اور مجھے کچھ بھی حاصل نہیں، فلاں کی قسمت کتنی اچھی بنائی ہے کہ جس کام میں ہاتھ ڈالتا ہے، کامیابی اس کے قدم چومتی ہے جبکہ میری قسمت ایسی خراب ہے کہ ہر کام میں ناکامی کا منہ ہی دیکھنا پڑتا ہے، فلاں کو کیسی عزت دی ہے کہ ہر ایک اس کے قریب رہنے کا خواہشمند نظر آتا ہے جبکہ مجھے تو کوئی لفٹ ہی نہیں دیتا، فلاں کو تو کیسی قابل رشک صحت عطا فرمائی ہے اور مجھے بیماریوں کا مجموعہ بنادیا وغیرہ وغیرہ۔

**اور کبھی** اس طرح کہ دوسروں سے موازنے کی سوچ دیے بغیر خود اپنی ذات میں موجود نقائص کی جانب بار بار توجہ دِلاتا ہے مثلاً تیرے بال کم سیاہ بنائے گئے اگر گہرے سیاہ ہوتے تو بہتر تھا، کم گھنے بنائے، خوب گھنے اور لمبے ہوتے تو کتنا اچھا ہوتا، ماتھا زیادہ چوڑا ہے کچھ کم ہوتا تو کتنا اچھا تھا یا اتنا چھوٹا کیوں بنادیا' کچھ چوڑا ہوتا تو اچھا ہوتا بھنویں بہت موٹی ہیں کچھ باریک ہوتیں تو صحیح تھا، آنکھیں اتنی چھوٹی بنادیں کچھ بڑی ہوتیں تو چہرہ خوبصورت لگتا، پلکیں چھوٹی ہیں کچھ لمبی اور خمدار ہوتیں تو مزہ آجاتا، ناک بہت لمبی اور موٹی ہے کچھ چھوٹی اور باریک ہوتی تو خوب تھا، ہونٹ اتنے موٹے اور کالے کیوں بنادیئے کچھ باریک اور گلابی ہوتے تو کتنا اچھا ہوتا، دانت اتنے چوڑے اور ان کے درمیان اتنا فاصلہ کیوں رکھا' اگر کم چوڑے اور ملے ہوئے ہوتے تو بہتر ہوتا، زبان میں لکنت کیوں دی روانی سے چلتی تو اچھا ہوتا، رنگ کالا کیوں رکھا گورا بنا دیتا تو اللہ تعالیٰ کا کیا چلا جاتا، کان اتنے بڑے بڑے کیوں بنا دیئے کچھ چھوٹے ہونے چاہئے تھے یا اتنے چھوٹے بنادیئے کچھ بڑے کیوں نہیں، گردن زیادہ لمبی ہے کچھ چھوٹی ہونی چاہئے تھی یا اتنی چھوٹی کیوں کچھ لمبی ہوتی تو بہتر تھا، کندھے کچھ زیادہ ہی چوڑے ہیں کچھ کم ہوتے تو اچھا ہوتا، سینہ اتنا چھوٹا کیوں بنادیا، اُنگلیاں اتنی چھوٹی کیوں بنائیں کچھ لمبی ہوتیں تو ہاتھ بہت خوبصورت ہوجاتے، ناخن بے ڈھنگے سے ہیں، قد اتنا چھوٹا بنا دیا کچھ لمبا ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا، پیر اتنے لمبے چوڑے کیوں بنائے کچھ چھوٹے اور پتلے ہوتے تو کیا خوب ہوتا وغیرہ وغیرہ۔

**جب** اس موازنے اور اپنی ذات کے مشاہدے کا سلسلہ طویل اور استقامت کے ساتھ شروع ہوجاتا ہے تو بالآخر دل کے جذبات زبان کے ذریعے الفاظ کی صورت میں شکوہ شکایت بن کر ظاہر ہونا شروع ہوجاتے ہیں۔

**رِشتہ داروں** اور دیگر میل جول والوں کی طرف سے اس طرح کہ کبھی نعمتوں کی کمی کے باعث طعنے دیتے ہیں، کبھی خاندان میں مذاق اُڑایا جاتا ہے، کبھی اسے بنیاد بنا کر رشتہ لینے دینے سے انکار کردیا جاتا ہے، کبھی ان کی طرف سے ہمدردی کا اظہار اس احساس کو بیدار و شدید کردیتا ہے مثلاً کبھی خاندان یا محلے کی ہمدرد خواتین یوں اظہارِ ہمدردی کرتی ہیں کہ ہائے بہن! اللہ نے تمہیں تو بڑا ہی محروم کیا ہوا ہے نہ گھر ڈھنگ کا ہے' نہ پہننے کو صحیح کپڑے ہیں' نہ کھانے کو اچھا کھانا' میں تو تمہارے بارے میں سوچتی رہتی ہوں' پتا نہیں تمہارے بچے اچھی تعلیم کیسے حاصل کرینگے' بچیاں بھی ہیں کل کو ان کی شادی بھی کرنی ہے' پتا نہیں ان کی شادی کا انتظام کیسے ہوگا؟ وغیرہ وغیرہ اور کبھی اس طرح کہ خود کو حاصل شدہ نعمتوں کا تذکرہ کرکے دوسروں کیلئے احساسِ محرومی میں اِضافے کا سبب بن جاتے ہیں مثلاً کسی غریب رشتہ دار یا محلے دار کے سامنے کاروبار کی ترقی' پیسوں کی فراوانی' اچھے کھانوں کی کثرت' پکنک پوائنٹس پر جانے کے واقعات' نئے مکان یا گاڑی وغیرہ کی خریداری کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایسے لوگوں کے رُخصت ہوجانے کے بعد بھی ان کے الفاظ غریب و محروم شخص کے ذہن میں گونجتے رہتے ہیں اور پھر اس کا نتیجہ گھر میں لڑائی جھگڑے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکوہ شکایت کے ذریعے دُنیوی واُخروی سکون کو تباہ و برباد کرنے کی صورت میں نکلتا ہے۔

**یوں** ہی دوست احباب کا کسی نعمت کی کمی کو بنیاد بنا کر مزاحیہ جملے کسنا اور اس کے باعث اُلٹے سیدھے القابات مثلاً کالو، لنگڑے، کانے، بدھو، لولے، ٹھنگے، چندھے وغیرہ سے نوازنا بھی احساسِ محرومی کو قوی کردیتا ہے۔ نشانہ بننے والا انسان دوستوں کے درمیان تو اس مذاق کے جواب میں جھینپ مٹانے کیلئے زبردستی ہنستا رہتا ہے لیکن جب تنہا ہوتا ہے اور خصوصاً جب آئینے میں اپنے سراپے کا جائزہ لیتا ہے تو بعض اوقات بے اختیار اس کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں اور پھر شیطان زبان کو گستاخانہ کلمے بولنے اور دل کو اس قسم کی باتیں سوچنے پر مجبور کردیتا ہے کہ اے اللہ! نہ تو مجھے محروم کرتا نہ میرا مذاق اُڑایا جاتا' آخر مجھ کو محروم کرکے تجھے کیا فائدہ حاصل ہوا؟ اگر مجھے بھی دوسروں کی طرح نعمتوں سے نواز دیتا تو کم از کم میں مذاق اُڑانے اور بار بار دل آزادی سے تو محفوظ ہوجاتا۔ اولاد کے ذریعے اس طرح کہ جب ان کے بچے اسکول و محلے یا دیگر رِشتہ داروں کے گھروں میں دوسرے بچوں کو مختلف نعمتیں کھاتے پیتے اور والدین کے ذریعے اپنی خواہشات کی تکمیل ہوتے دیکھتے ہیں تو ان کا ننھا سا دل شدید احساسِ کمتری کا شکار ہوجاتا ہے اور جب یہ بچے گھر میں اپنے والدین کے سامنے معصومانہ انداز میں اس قسم کے مطالبات کرتے ہیں کہ فلاں بچہ آئسکریم کھا رہا تھا ہمیں بھی لا کردیں' یا فلاں کو اس کے ابو نے سائیکل دِلائی' آپ ہمیں کیوں نہیں دلاتے؟ یا فلاں کے کپڑے کتنے اچھے اور نئے ہوتے ہیں' ہمارے پرانے کپڑوں کا کلاس میں بچے مذاق اُڑاتے ہیں' ہمیں بھی نئے کپڑے لا کردیں' یا فلاں بتا رہا تھا کہ کل وہ اپنی امی ابو کے ساتھ چڑیا گھر گیا تھا' وہاں انہوں نے جھولے بھی جھولے تھے اور بڑی مزیدار چیزیں بھی کھائیں تھیں' ہم کب چڑیا گھر جائیں گے؟ وغیرہ وغیرہ۔ تو بچوں کے مسلسل مطالبات کی تکمیل پر غیر قادر' یہ والدین اگرچہ خود اپنے معاملے میں صبر کرتے رہے ہوں لیکن ایسے موقعوں پر اکثر ڈگمگا جاتے ہیں اور پھر زبان اور دل پر قابو پانا مشکل ہوجاتا ہے۔

دوسرا سبب...... **موجودہ نعمتوں کا چھن جانا**

**اکثر** اوقات موجودہ نعمت کا زائل ہوجانا بھی مبتلائے شکایت کروادیتا ہے مثلاً کسی محبوب وقریبی شخصیت کا اچانک وغیر متوقع طور پر مرجانا' کاروبار تباہ ہوجانا' امتحان میں فیل ہوجانا' جیب کٹ جانا' گھریا دُکان پر ڈاکہ پڑجانا' ایکسیڈنٹ وغیرہ سے جسمانی اعضاء کا ضائع ہوجانا' کسی کا دھوکہ دے کر بڑی رقم سے محروم کردینا یا مسلسل بیماری کے باعث صحت کا ختم ہوجانا وغیرہ۔

## شکوہ و شکایت سے بچنے کے طریقے

پہلا طریقہ...... **نقصانات پر غور و تفکر**

**شکوہ** شکایت میں مبتلاء انسان اپنی غفلت کے باعث درج ذیل نقصانات کا شکار ہوجاتا ہے:۔

پہلا نقصان ﴿ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا مرتکب ہونا...... **اللہ** عزّوجل نے قرآن عظیم میں کئی مقامات پر شکر کرنے کا حکم اور ناشکرے پن سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔

**چنانچہ** سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوتا ہے: (ترجمۂ کنزالایمان) تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا شکر کرو اور میری ناشکری مت کرو۔ (پ۲-۱۵۲)

**سورۂ** بقرہ ہی میں مزید فرمانِ عالیشان ہے: (ترجمۂ کنزالایمان) اے ایمان والو! کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں اور اللہ کا شکر ادا کرو۔ (پ۲-۱۷۲)

**سورۂ** نحل میں ارشاد ہوا: (ترجمۂ کنزالایمان) تو اللہ کی دی ہوئی روزی حلال پاکیزہ کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو۔ (پ۱۴-۱۱۴)

**سورۂ** عنکبوت میں ارشاد ہوا: (ترجمۂ کنزالایمان) تو اللہ کے پاس رزق ڈھونڈو اور اس کی بندگی کرو اور اس کا شکر کرو تمہیں اسی کی طرف پھرنا ہے۔ (پ۲۰-۱۷)

**اب** اگر مشیتِ الٰہی کے برعکس ہم شکر سے بالکل غافل رہیں اور شکوہ شکایت کی شکل میں ناشکرے پن میں گرفتار ہوکر نافرمانی کے مرتکب ہوں تو یقیناً ایسا شخص قابل سزا ہے اور ایسے ناشکرے کی سزا بیان فرماتے ہوئے سورۂ ق میں ارشاد ہوا: (ترجمۂ کنزالایمان) حکم ہوگا کہ تم دونوں جہنم میں ڈال دو ہر بڑے ناشکرے ہٹ دھرم کو۔ (پ۲۶-۲۴)

دوسرا نقصان ﴾ شکر کے ثواب سے محرومی اور ناشکرے پن کی وجہ سے دنیا و آخرت میں سزا کا مستحق ہونا...... ناشکرا اِنسان شکوے کے اظہار کے باعث نہ صرف شکر کے ثواب سے محروم رہے گا بلکہ دنیا و آخرت میں مستحقِ عذاب ہوگا۔ اللہ عزَّ وجل نے سورۂ نساء میں شکر کا فائدہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

(ترجمۂ کنزالایمان) اور اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر کرو اور ایمان لاؤ اور اللہ صلہ دینے والا جاننے والا ہے۔ (پ۵-۱۴۷)

اور سورۂ ابراہیم میں شکر کا فائدہ اور ناشکری کے نقصان کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: (ترجمۂ کنزالایمان) اور یاد کرو جب تمہارے ربّ نے سنا دیا کہ اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں اور دوں گا اور اگر ناشکری کرو تو میرا عذاب سخت ہے۔ (پ۱۳-۷)

اور سورۂ قمر میں 'عذاب سے نجات کو شکر کا فائدہ' قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: (ترجمۂ کنزالایمان) بے شک ہم نے ان (یعنی قوم لوط علیہ السلام) پر پتھراؤ بھیجا سوائے لوط کے گھر والوں کے، ہم نے انہیں پچھلے پہر بچا لیا اپنے پاس کی نعمت عطا فرما کر ہم یونہی صلہ دیتے ہیں اسے جو شکر کرے۔ (پ۲۷-۳۴،۳۵)

اور سورۂ آلِ عمران میں 'شکر گزاروں سے صلہ' کا وعدہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: (ترجمۂ کنزالایمان) اور عنقریب اللہ شکر (کرنے) والوں کو صلہ دے گا۔ (پ۴-۱۴۴)

اور ناشکرے پن میں پوشیدہ 'دنیاوی عذابات اور نقصانات' کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: (ترجمۂ کنزالایمان) اللہ نے کہاوت بیان فرمائی ایک بستی کہ امان و اطمینان سے تھی ہر طرف سے اس کی روزی بکثرت سے آتی تو وہ اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے لگی تو اللہ نے اسے یہ سزا چکھائی کہ اسے ڈر اور بھوک کا پہناوا پہنایا۔ (یہ) بدلہ (تھا) ان کے کئے کا۔ (پ۱۴-۱۱۲)

**تیسرا نقصان ﴿ ایمان ضائع ہوجانا......** جب انسان انجام کی پرواہ کئے بغیر اللہ عزَّوجل کی بارگاہ میں شکوے کرنے پر دلیر و جرأت مند ہوجاتا ہے تو موقع غنیمت جان کر شیطان اسے ایسے کلمات ادا کرنے کی ترغیب دیتا ہے کہ جن کے باعث انسان دائرۂ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔ اگر شادی شدہ تھا تو نکاح بھی ٹوٹ جاتا ہے اب اگر کسی طرح توبہ کی توفیق مل گئی اور معلومات حاصل کرنے کی برکت سے تجدید نکاح کرلیا تو یہ اللہ عزَّوجل کا بڑا فضل و کرم ہے اور اگر توبہ کرنے کا موقع نہ ملا' نہ ہی علمِ دین کی کمی کے باعث دائرۂ اسلام سے خروج اور فسادِ نکاح پر اطلاع ہوئی تو غور کیجئے کہ یہ شخص ہلاکت کے کتنے گہرے گڑھے میں گرچکا ہے اور اسے ان چند بے پرواہی سے ادا کئے ہوئے کلمات کا کتنا بڑا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ ﴿مثالیں﴾

☆ بعض اوقات حالات سے تنگ شخص غیر مسلموں کے پاس نعمتوں کی فراوانی دیکھ کر یوں کہتا ہوا نظر آتا ہے...... ہم مسلمانوں سے تو انگریز ہی اچھے ہیں' میں بھی انگریز ہوتا تو کم از کم ان مصیبتوں سے تو نجات ملتی۔ اس قسم کے لوگوں کو یہ مسئلہ خوب اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے۔ (مسئلہ) جو شخص ایمان پر راضی نہیں یا کفر پر راضی ہے' وہ کافر ہے۔ (عالمگیری)

☆ بعض لوگ یوں بکتے نظر آتے ہیں...... (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کو بھی پتا نہیں کیا مصیبت ہے کہ پریشانیاں نازل کرنے کیلئے ہمارا ہی گھر دیکھ لیا ہے' یا' بھائی! کس سے شکایت کریں جب اللہ ہی ہمیں بھول گیا ہے تو اب کیا ہوسکتا ہے' یا' روزانہ کوئی نہ کوئی مصیبت سر پر کھڑی ہوتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ظلم نہیں تو کیا ہے؟' یا' کسی کو تو اللہ نے اتنا نوازا ہے اور ہم جیسوں کو ضرورت کی چیزیں بھی میسر نہیں' یہ اللہ کا کیسا انصاف ہے؟ چونکہ اس قسم کے جملوں میں اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی اور' عیوب کی ذاتِ باری تعالیٰ کی جانب نسبت' پوشیدہ ہے چنانچہ ایسے الفاظ کا ادا کرنے والا بھی دولتِ اسلام و ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ درج ذیل چند مسائل بغور پڑھئے:۔

(مسئلہ) کوئی شخص بیمار نہیں ہوتا یا بہت بوڑھا ہے مرتا نہیں تو اس کیلئے یہ کہنا کہ اسے تو اللہ تعالیٰ بھول گیا ہے' کفر ہے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ)

(مسئلہ) کسی مسکین نے اپنی محتاجی دیکھ کر یہ کہا کہ اے خدا! فلاں بھی تیرا بندہ ہے اس کو تو تُو نے کتنی نعمتیں دے رکھیں ہیں اور میں بھی تیرا بندہ ہوں تو مجھے کس قدر رنج و تکلیف دیتا ہے' آخر یہ کیا انصاف ہے؟ ایسا کہنا کفر ہے۔ (عالمگیری)

(مسئلہ) بیماری میں گھبرا کر کہنے لگا، تجھے اختیار ہے چاہے کافر مار یا مسلمان مار، یہ کفر ہے یونہی مصائب میں مبتلاء ہوکر کہنے لگا، تو نے میرا مال لیا اور اولاد لے لی اور یہ لیا اور وہ لیا اب کیا کریگا اور کیا باقی ہے جو تو نے نہ کیا' اس طرح بکنا کفر ہے۔ (بہارِ شریعت)

**بعض** اوقات جب اس قسم کے لوگوں کو سمجھاتے ہوئے عرض کی جائے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور صبر اور نماز سے مدد چاہو' تو بھائی آپ صبر کریں اور نماز پڑھیں اِن شاءَ اللہ عزَّوجل' اللہ تعالیٰ کرم فرمائیگا۔ تو اسکے جواب میں کبھی کبھی یوں بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ (معاذ اللہ) ارے بھائی! یہ صبر و بر سب بکواس ہے، صبر سے کوئی پیٹ بھرتا ہے یا یہ کہ نماز بہت پڑھ کر دیکھ لی' کوئی فائدہ نہیں ہوا یہ بھی کفریات ہیں۔ یہ دو مسئلے ملاحظہ فرمائیے:۔

(مسئلہ) قرآن کی کسی آیت کو عیب لگانا یا اس کی توہین کرنا یا اس کے ساتھ مسخرہ پن کرنا کفر ہے۔ (بہارِ شریعت)

(مسئلہ) کسی سے نماز پڑھنے کو کہا۔ اس نے جواب دیا کہ پڑھتا ہوں مگر اس کا کچھ نتیجہ نہیں۔ یا کہا تم نے نماز پڑھی کیا فائدہ ہوا؟ یا کہا نماز پڑھنا نہ پڑھنا دونوں برابر ہیں۔ غرض اس قسم کی بات کرنا کہ جس سے فرضیت کا انکار سمجھا جاتا ہو یا نماز کی تحقیر ہوتی ہو' یہ سب کفر ہے۔ (بہارِ شریعت)

**چوتھا نقصان ﴿ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں گرفتار ہوجانا......** شکوہ شکایت پر مشتمل کلمات ادا کرنا اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی نہ رہنے کی واضح علامت ہے اور رضائے الٰہی پر راضی نہ رہنا اللہ تعالیٰ کو غضبناک کردینے والا ایک عمل ہے۔ اسی ضمن میں

روایت ۱ ...... احادیثِ مبارکہ میں ہے کہ کسی نبی (علیہ السلام) نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی کسی تکلیف کا شکوہ کیا، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ کیا تو میرا شکوہ کرتا ہے؟ کیا تو یہ چاہتا ہے کہ میں تیری خاطر دُنیا بدل دوں؟ یا لوحِ محفوظ میں تبدیلی کر دوں؟ اور ایسی چیز تیرے واسطے مقدر کر دوں جسے تو چاہے، چاہے اس چیز کو میں چاہوں یا نہ چاہوں؟ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! اگر تیرے سینے میں آئندہ کبھی اس قسم کا خطرہ و وَسوسہ گزرا تو انبیاء (علیہم السلام) کے دفتر (یعنی رجسٹر) سے تیرا نام مٹا دونگا۔ (احیاء العلوم)

روایت ۲ ...... مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، جو شخص میری تقدیر پر راضی نہ ہو اور میری طرف سے آنے والی مصیبتوں پر صبر نہ کرے اور میری عطا کردہ نعمتوں کا شکر نہ بجا لائے تو ایسا شخص میرے بجائے کسی اور کو اپنا ربّ بنا لے۔ (احیاء العلوم)

روایت ۳ ...... رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں اس سے راضی ہوں جو مجھ سے راضی ہے اور جو شخص مجھ سے راضی نہ ہوگا میں اس سے بیزار رہوں اور قیامت تک یہی حال رہے گا۔ (احیاء العلوم)

روایت ٤ ...... منقول ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام [۱] یہودیوں کے ظلم سے بچنے کیلئے جنگل کی جانب تشریف لئے گئے یہودی آپ کے پیچھے تھے جب وہ قریب پہنچ گئے تو آپ نے ایک درخت ملاحظہ فرمایا۔ آپ نے درخت کو حکم دیا کہ اے درخت مجھے اندر لے لے۔ درخت پھٹا اور آپ اس میں داخل ہو گئے اور وہ اوپر سے مل گیا۔ اِبلیس نے کسی طرح ان لوگوں کو بتا دیا کہ آپ اس درخت میں موجود ہیں۔ پھر انہیں مشورہ دیا کہ آرا لاؤ اور انہیں چیر کر دو ٹکڑے کر دو۔ لوگوں نے مشورے پر عمل کرتے ہوئے آرے سے درخت کو چیرنا شروع کیا۔ جب آرا آپ کے دماغ تک پہنچا تو آپ شدتِ تکلیف سے چلا اُٹھے۔ ان سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ آپ سے فرمایا ہے کہ تو بلا پر صبر کیوں نہیں کرتا؟ تو آہ کہتا ہے اگر تو نے دوبارہ آہ کی تو تیرا نام صابر انبیاء (علیہم السلام) کی فہرست میں سے کاٹ دوں گا۔ یہ سن کر حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے ہونٹوں کو دانتوں سے دبا لیا اور صبر کیا۔ آخر کار ظالموں نے آپ کو چیر کر دو ٹکڑے کر دیا۔ (مکاشفۃ القلوب المقرب الی علام الغیوب)

پانچواں نقصان ﴿ صبر و تحمل اور اللہ عزوجل کی رضا پر راضی رہنے کا ثواب ضائع ہو جانا ...... شکوہ شکایت کرنے سے پریشانیاں اور آفتیں تو یقیناً دُور نہیں ہوتی ہیں۔ ہاں اس کا مزید نقصان یہ ہوتا ہے کہ صبر و رضا کی برکات سے محرومی ہو جاتی ہے۔ صبر و رضا کا ثواب اِن شاءَ اللہ عزوجل عنقریب بیان کیا جائے گا۔

---

[۱] بعض علماء نے فرمایا کہ آپ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے والد نہیں بلکہ دوسرے زکریا ہیں جن کا ذکر توریت شریف میں کیا گیا ہے وہاں آپ کے ایک سفر کا ذکر ہے، جس کا نام سفر زکریا رکھا گیا ہے۔ واللہ اعلم بحقیقت حال (حاشیہ مکاشفۃ القلوب (عربی) مطبوعہ دار الجیل بیروت)

## دوسرا طریقہ...... احساسِ نعمت

**انسان** کی زبان پر شکوہ کی نعمت جاری ہونے کی ایک بہت بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اس نے خود کو ان نعمتوں کا احساس کرنے اور دوسروں سے موازنہ کر کے ان کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانے کا عادی نہیں بنایا ہوتا کہ جو اللہ تعالیٰ نے اسے محض اپنے فضل و کرم سے بغیر کسی مطالبہ کے عطا فرمائی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات وہ یوں کہتا ہوا نظر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیا ہی کیا ہے؟ چنانچہ ہر مسلمان کو چاہئے کہ موجودہ نعمتوں پر بار بار غور کرے اور احساس کرے کہ ان نعمتوں کی وجہ سے اسے کتنے بڑے بڑے فائدے حاصل ہو رہے ہیں اور مستقبل قریب و بعید میں حاصل ہونے والے ہیں اور یہ کہ اگر یہ نعمتیں نہ ہوتیں تو زندگی گزارنا کس قدر مشکل تھا۔ اِن شاءَ اللہ عزّ وجلّ اس کی برکت سے نعمتوں کی کمی یا ان سے محرومی کا احساس بہت حد تک کم یا بالکل ختم ہو جائیگا۔ آیئے چند نعمتوں پر غور و تفکر کر کے شکوہ شکایت کو ہمیشہ کیلئے دُور کرنے کی کوشش کریں۔

**مدینہ**...... ہر نعمت کا احساس دِلانے کے بعد آخر میں چند سوالات درج ذیل کئے گئے ہیں۔ مطالعہ فرمانے والے ہر اسلامی بھائی سے گزارش ہے کہ ان سوالوں کو سرسری طور پر پڑھ کر آگے نہ بڑھ جائیں بلکہ طریقہ کار کچھ یوں رکھیں کہ ہر سوال کے بعد آنکھیں بند کر کے **سوال کے تقاضے کے مطابق** چند لمحے غور و تفکر ضرور کیجئے۔ اِن شاءَ اللہ عزّ وجلّ آئندہ زندگی میں اس کا فائدہ آپ خود محسوس فرمائیں گے۔

# پہلی نعمت

**اللہ تعالٰی** کے فضل و کرم سے بغیر کسی مطالبے کے حاصل ہونے والی ایک عظیم الشان نعمت اور اس کی قدر و قیمت کا اندازہ اس روایت سے لگائیے کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو ملاحظہ فرمایا کہ وہ اندھا اور کوڑھی تھا اور اس کے بدن کے دونوں حصے بھی مفلوج ہو چکے تھے، لیکن وہ اپنی زبان سے اسطرح کہہ رہا تھا کہ اے اللہ عزَّ وجل! تیرا بڑا شکر ہے۔ اے مالک! تیرا بڑا شکر ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ وہ کون سی بلا ہے کہ جس میں اللہ عزَّ وجل نے تجھے مبتلاء نہ فرمایا ہو تو پھر تو کون سی نعمت کا شکر ادا کر رہا ہے؟ اس نے عرض کی، یہ ٹھیک ہے کہ میں اندھا ہوں' کوڑھی بھی ہوں اور فالج زدہ بھی ہوں لیکن کیا اللہ تعالٰی نے مجھے ایمان کی دولت سے مالا مال نہیں فرمایا؟ بس میں اسی کا شکر ادا کر رہا ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تو نے بالکل سچ کہا۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ اس کے بدن پر پھیرا تو وہ فوراً تندرست ہو کر بیٹھ گیا اور اس کی بینائی بھی واپس آ گئی۔

(کیمیائے سعادت)

**اللہ تعالٰی** کا محض اپنی کرم نوازی سے ہمیں ایک مسلمان گھرانے میں پیدا فرما دینا یقیناً بہت بڑا احسان ہے، کیونکہ اگر وہ چاہتا تو ہمیں کسی یہودی کے گھر میں پیدا فرما دیتا تو ہم بھی حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ عزَّ وجل کا بیٹا تسلیم کر کے اپنی آخرت کی بربادی کا سامان کر رہے ہوتے، یا اگر چاہتا تو کسی عیسائی کے گھر پیدا فرما دیتا تو ہم عیسیٰ علیہ السلام کو اس کا بیٹا یا پھر خدا مان کر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنم کا ایندھن بننے کی تیاری کر رہے ہوتے، یا اگر چاہتا تو کسی ہندو یا مجوسی کے گھر پیدا فرما دیتا تو ہم بتوں اور آگ کی پوجا کرتے کرتے ہی زندگی گزار دیتے۔

**یہی** دولتِ اسلام ہے کہ جس کی برکت سے بوقتِ وقت ہم پر خصوصی رحمتوں کا نزول ہوگا، اسی کی برکت سے ہماری قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنے گی، اسی کے وسیلے سے میدانِ حشر میں رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شفاعت اور سیدھے ہاتھ میں اعمال نامہ عطا کیا جائے گا، اسی کے صدقے میں پل صراط پر سے آسانی سے گزرنا اور جنت میں داخلہ نصیب ہوگا۔ اور اس کے برعکس اگر اللہ تعالٰی کے عدل وانصاف سے کسی غیر مسلم کے گھرانے میں پیدا ہوتے اور اپنی تمام زندگی باطل عقائد کیساتھ ہی گزار دیتے تو ہوسکتا ہے کہ دنیا میں تو آرام سے گزارا ہو جاتا لیکن جیسے ہی ملک الموت (علیہ السلام) دروازۂ زندگی پر دستک دیتے، ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مصیبتیں' آفتیں اور سخت عذابات ہمارا مقدر بن جاتے کیونکہ مشرکین کیلئے دروازۂ مغفرت کا بند ہونا' جنت سے محروم رہ جانا اور دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا حکمِ قرآنی سے ثابت ہے۔ چنانچہ سورۂ نساء میں اللہ عزَّ وجل نے ارشاد فرمایا:

(ترجمۂ کنزالایمان) بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے۔ (پ۵-۴۸) اس آیتِ پاک کے تحت تفسیر خزائن العرفان میں ہے، معنی یہ ہے کہ جو کفر پر مرے اسکی بخشش نہیں اس کیلئے ہمیشگی کا عذاب ہے اور جس نے کفر نہ کیا وہ خواہ کتنا ہی گناہ گار و مرتکب کبائر ہو اور بے توبہ بھی مرجائے تو اس کیلئے خلود (یعنی ہمیشگی) نہیں، اس کی مغفرت اللہ عزَّ وجلّ کی مشیت پر ہے چاہے معاف فرمائے یا اس کے گناہوں پر عذاب کرے پھر اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمائے۔

......ذرا سنجیدگی اور ٹھنڈے دل سے ان سوالات کے جوابات تلاش کیجئے......

- ☆ کیا یہ دولتِ ایمان آپ نے اللہ عزَّ وجلّ سے طلب کی تھی؟
- ☆ کیا بغیر مطالبے کے اس کا حاصل ہو جانا اللہ تعالیٰ کا آپ پر بہت بڑا احسان نہیں؟
- ☆ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کسی ہندو یا مجوسی کے گھر میں فرمادیتا تو؟
- ☆ کیا آپ نے گزشتہ زندگی میں ایک بار بھی زبان سے اس نعمت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں الفاظِ شکر ادا کئے؟
- ☆ کیا اس کے موجود ہونے کے باوجود یہ کہنا یا سوچنا دُرست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیا ہی کیا ہے؟
- ☆ اگر اللہ عزَّ وجلّ نے کسی سبب سے ناراض ہو کر آپ سے دولتِ ایمان چھین لی تو؟

# دوسری نعمت

**بغیر** سوال کے حاصل ہونے والی نعمتوں میں سے دوسری بڑی نعمت پیارے مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں پیدا ہو جانا ہے۔ اس سعادت کی عظمت کا اندازہ اس طرح با آسانی لگایا جاسکتا ہے کہ پچھلے تمام انبیاء علیہم السلام کی اُمتوں نے جب گناہوں میں دلیری اختیار کی تو اللہ عزّ وجل نے ان پر بطورِ سزا مختلف قسم کے عذابات نازل فرمائے۔ چنانچہ قوم عاد کے بارے میں ارشاد فرمایا: (ترجمۂ کنزالایمان) اور (نشانی رکھی ہم نے) عاد میں جب ہم نے ان پر خشک آندھی بھیجی جس چیز پر گرتی اسے گلی ہوئی چیز کی طرح کر چھوڑتی۔ (پ۲۶۔۴۱،۴۲)

**اور قوم ثمود کے متعلق ارشاد ہوا:** (ترجمۂ کنزالایمان) اور (ہم نے نشانی رکھی قوم) ثمود میں جب ان سے فرمایا گیا ایک وقت تک برت لو تو انہوں نے اپنے ربّ کے حکم سے سرکشی کی تو ان کی آنکھوں کے سامنے انہیں کڑک نے آلیا۔ (پ۲۶۔۴۳،۴۴)

**اور قوم لوط کے بارے میں ارشاد فرمایا:** (ترجمۂ کنزالایمان) اور ہم نے ان پر ایک بارش برسائی تو دیکھو کیسا انجام ہوا مجرموں کا۔ (پ۸۔۸۴) (مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ عجیب طرح کی بارش تھی کہ اس میں ایسے پتھر برسے کہ جو گندھک اور آگ سے مرکب تھے)

**اور** جب اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی باری آئی تو اگرچہ یہ کتنی ہی گناہ گار سہی لیکن اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کا لحاظ فرماتے ہوئے واضح طور پر اعلان فرمادیا: (ترجمۂ کنزالایمان) اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔ (پ۹۔۳۳)

**اس** کی مزید عظمت کا اندازہ 'الخصائص الکبریٰ' کی اس روایت سے لگایئے کہ جس وقت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کلام کیلئے نزدیک کیا تو آپ نے عرض کی کہ یاربّ عزّ وجل! میں توریت میں ایک ایسی اُمت کا ذِکر پاتا ہوں جو اُمتوں میں سب سے بہتر ہے اس کا ظہور لوگوں کیلئے ہدایت ہے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے، اللہ عزّ وجل پر ایمان لائیں گے، ان لوگوں کو تو میری اُمت بنادے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، اے موسیٰ (علیہ السلام)! وہ تو اُمتِ محمدیہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ اے مولیٰ عزّ وجل! میں توریت میں ایک ایسی اُمت پاتا ہوں کہ آسمانی کتاب ان کے سینے میں ہوگی اور وہ اسے یاد سے پڑھیں گے (یعنی حفظ کرکے بے دیکھے) جبکہ ان سے پہلے والے لوگ اپنی کتابوں کو دیکھ کر پڑھتے تھے اور حفظ نہیں کر پاتے تھے، تو اسے میری اُمت بنادے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے موسیٰ (علیہ السلام)! وہ تو احمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی اُمت ہے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی، اے مالک عزّ وجل! میں توریت میں ایسی اُمت پاتا ہوں کہ وہ لوگ پہلی اور آخری کتاب پر ایمان لائینگے، اہل ضلالت سے جنگ کرینگے یہاں تک کہ دجال سے لڑینگے۔ انہیں میری امت بنادے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا،

وہ تو اُمتِ احمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ اے ربِّ کریم! میں توریت میں ایسی امت پاتا ہوں کہ وہ صدقات کھائیں گے جبکہ پہلے لوگوں کے صدقات کو آگ کھالیا کرتی تھی اور اگر صدقہ قبول نہ ہوتا تو آگ نہ کھاتی، انہیں میری امت بنادے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی امت ہے۔ آپ نے پھر عرض کی کہ یاالٰہی عزّ وجل! میں توریت میں ایسی امت پاتا ہوں کہ جب ان میں سے کوئی شخص برائی کا قصد کریگا تو اس کی برائی نہ لکھی جائیگی اور جب برائی کرے گا تو ایک برائی لکھے جائے گی اور اگر کوئی شخص نیکی کا ارادہ کرے گا تو ایک نیکی لکھی جائے گی اور نیکی کرے گا تو دس نیکیاں لکھی جائیں گے یہاں تک کہ سات سو نیکیاں تک لکھی جائیں گے، ان لوگوں کو میری امت بنادے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو میرے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی امت ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کی کہ اے میرے ربّ عزّ وجل! میں توریت میں ایسی امت پاتا ہوں کہ جن کی دعائیں قبول کی جائیں گی، ان لوگوں کو میری امت کردے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، وہ لوگ تو میرے حبیب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی امت ہیں۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اجتماعی عذاب سے محفوظ رہنا اور بے شمار ایسے اوصاف سے مزین کردیا جانا کہ جن کے باعث اللہ تعالیٰ کے ایک محبوب نبی (علیہ السلام) ہمیں اپنی اُمت بنانے کیلئے بار بار بارگاہِ ربّ العزت میں عرض گزار ہوں۔ یقیناً نسبتِ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے باعث ہی ممکن ہوا۔ اگر بالفرض اللہ عزّ وجل ہمیں کسی اور نبی (علیہ السلام) کی امت میں پیدا فرما دیتا تو نہ صرف ان خصوصیات سے محرومی رہتی بلکہ ہوسکتا ہے کہ اپنے کرتوتوں کے باعث کسی اجتماعی عذاب کا شکار ہوچکے ہوتے اور یہی نسبتِ حبیبِ کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے کہ جس کی برکت سے ہمیں میدانِ محشر میں مخلوقات کے سامنے انتہائی عظمت و کرامت سے نوازا جائے گا جیسا کہ الخصائص الکبریٰ میں ہے کہ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تک میں جنت میں داخل نہ ہوجاؤں پچھلے تمام انبیاء (علیہم السلام) پر جنت حرام ہے اور جب تک میری تمام امت جنت میں داخل نہ ہوجائے پچھلی تمام امتوں پر جنت حرام ہے۔

......سمجھداری کے ساتھ خود سے درج ذیل سوالوں کے جوابات طلب کیجئے......

- ☆ کیا رحمتِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت میں پیدا ہوجانے کی سعادت آپ نے اللہ تعالیٰ سے طلب کی تھی؟
- ☆ کیا بغیر طلب کیئے اس کا حصول اللہ عزّ وجل کی بہت ہی بڑی عنایت نہیں؟
- ☆ اگر اللہ عزّ وجل ہمیں اپنے کسی اور نبی (علیہ السلام) کی اُمت میں پیدا فرما دیتا تو کیا یہ فضائل حاصل ہوتے؟
- ☆ کیا اس عظیم نعمت کی موجودگی کے باوجود یہ کہنا دُرست ہے کہ اے اللہ! تو نے ہمیں دیا ہی کیا ہے؟
- ☆ کیا آپ نے گزشتہ پوری زندگی میں ایک بار بھی اس نعمت کے جواب میں الفاظِ شکر ادا کیئے؟

# تیسری نعمت

**تیسری** بڑی نعمت ' آنکھ ' ہے۔ آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ یہ کیسی عظیم نعمت ہمیں حاصل ہے۔ اس سے ہم اپنے ماں باپ' بہن بھائی' بیوی بچوں' دوست احباب' رشتہ داروں' بزرگانِ دین و مزاراتِ بزرگان دین' خوبصورت جانور و پرندوں' رنگ برنگے خوشنما پھول و باغات' سبز سبز گنبد اور پیارے پیارے کعبے کا دِیدار کرتے ہیں۔ نعت خواں نعت پڑھ رہا ہو' قاری قرأت کرے' مبلغ بیان کر رہا ہو تو انہی آنکھوں کے وسیلے سے انہیں دیکھ کر نعت وقرأت و بیان سے حقیقی ومکمل طور پر لطف اندوز ہوتے ہیں۔ راستہ چلنے میں آسانی کے حصول اور خطرات وغیرہ سے محفوظ رہنے میں بھی یہی آنکھ معاون و مددگار ثابت ہوتی ہے۔

**کبھی** آپ نے کسی نابینا شخص کے بارے میں بھی سنجیدگی سے غور کیا؟ اس بے چارے کی زندگی میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ آپ اپنی دونوں آنکھیں زور سے بند کر لیجئے۔ دیکھا...... کتنا اندھیرا ہے؟ بس فرق یہ ہے کہ آپ کیلئے یہ اندھیرا چند سیکنڈ کیلئے تھا لیکن نابینا شخص کیلئے یہ پوری زندگی کا ساتھی ہے۔

**کیا** اس کا دل نہیں چاہتا ہوگا کہ میں بھی دنیا کی رنگینیاں دیکھوں؟ اپنے ماں باپ' بہن بھائی' بیوی بچوں وغیرہ کا دیدار کروں۔ آہ! بعض مواقع پر تو اس کا احساسِ محرومی بہت شدید ہو جاتا ہوگا مثلاً جب کبھی عید وغیرہ کے موقع پر اس کے پیارے پیارے چھوٹے چھوٹے بچے اپنی توتلی زبان سے ناسمجھی میں اس طرح کہہ دیتے ہوں گے کہ ابو! دیکھیں ہم نئے کپڑوں میں کتنے اچھے لگ رہے ہیں؟ اس وقت کتنی حسرت کے ساتھ ان کے بھولے بھالے چہروں کو اپنے ہاتھوں میں ٹٹول کر احساسِ محرومی کم کرنے کی کوشش کرتا ہوگا۔

**اسی طرح** جب کوئی مشہور قاری قرأت یا مبلغ بیان کر رہا ہو یا نعت خواں نعت پڑھ رہا ہو تو اس وقت اس کے دل میں کیسی شدید خواہش بیدار ہوتی ہوگی کہ کاش! میں بھی انہیں دیکھ سکتا۔ اور جب کوئی نابینا کعبۃ اللہ کے سامنے یا سبز سبز گنبد کی ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں میں پہنچنے کی سعادت حاصل کرتا ہوگا اور اس کے کانوں میں یہ آواز آتی ہوگی کہ یہ رہا کعبۃ اللہ' یا' لو بھئ! سبز سبز گنبد آ گیا' اچھی طرح زیارت کر لو۔ تو اس وقت اس کے قلب مضطر کی کیا کیفیت ہوتی ہوگی؟ ہوسکتا ہے کہ تنہائی میں خوب ہچکیوں کے ساتھ روتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کرتا ہو کہ اے میرے مالک و مولیٰ عزّ وجل! لوگ تو ان مقامات پر آنے کیلئے ساری زندگی روتے بلکتے رہتے ہیں، تیرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضے کی ایک جھلک اگر خواب میں بھی نظر آ جائے تو انسان خود کو بہت بڑا خوش قسمت وسعادت مند تصور کرتا ہے لیکن آہ! میں تیرا کیسا بدنصیب بندہ ہوں کہ عین منزل مقصود پر پہنچ کر بھی زیارت سے محروم ہوں۔

**یونہی** جب اس کے ماں باپ، بھائی بہن یا بیوی بچوں وغیرہ میں سے کوئی فوت ہوجاتا ہوگا اور یہ صدا لگائی جاتی ہوگی کہ اب آخری مرتبہ میت کا چہرہ دیکھ لو، پھر اسے دفنانے کیلئے لے جایا جائے گا۔ تو اس وقت اس کا دل کتنا بے چین و بے قرار ہوتا ہوگا۔

**اسی طرح** شادی بیاہ کے موقع پر جب سب رنگ برنگے لباس پہنے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کو مبارکبادیاں دی جارہی ہوتی ہیں تب بھی یہ احساسِ کمتری کتنا بڑھ جاتا ہوگا؟

**پھر** ویگنوں بسوں میں چڑھتے اُترتے وقت اسے کیسی دِقت ہوتی ہوگی؟ خصوصاً جب گاڑیاں کم ہوں اور لوگ زیادہ۔ گھر سے دُور راستے میں اگر تیز بارش شروع ہوجائے تو......

**بعض** اوقات راہ چلتے تیز پیشاب بھی آجاتا ہے، آنکھ والا تو کہیں بھی بیٹھ کر تکلیف سے نجات حاصل کرلیتا ہے لیکن یہ بے چارہ؟

**اس** پہلو پر بھی غور کیجئے کہ ایسے لوگ اکثر تنہا نظر آتے ہیں۔ غالباً اس کی بڑی وجہ یہ ہوتی ہے کہ آنکھ والے انہیں بوجھ تصور کرکے ان سے جان چھڑاتے ہیں اور اگر مروتاً سہارا دینا بھی پڑ جائے تو دل پر ایک بیزار کی سی کیفیت طاری رہتی ہے اور کوشش یہی ہوتی ہے کہ کسی اور کے سر پر یہ بوجھ لاد کر اپنی جان بچائی جائے۔ آنکھ والا فوراً روڈ پار کرلیتا ہے لیکن نابینا! خصوصاً جس روڈ پر ٹریفک کا رش ہو۔ ہم تو آنکھ کی برکت سے تیزی سے فاصلہ طے کرلیتے ہیں، کبھی کسی نابینا کو چلتے ہوئے دیکھا ہے؟ اس بیچارے کو ہر قدم پر یہی خوف محسوس ہوتا ہوگا کہ آگے کوئی گڑھا تو نہیں؟ کوئی رکاوٹ تو نہیں؟ اسی وجہ سے اسے بہت آہستہ آہستہ چلنا پڑتا ہے اور دس منٹ کا راستہ آدھے گھنٹے میں طے ہوتا ہے۔ کیا اسے اس سے اذیت وکوفت محسوس نہ ہوتی ہوگی؟

**کبھی** کھانا کھاتے یا چائے پیتے ہوئے کھانے یا چائے میں مکھی گر جاتی ہے ہم تو اسے دیکھتے ہی کراہیت ونفرت کے ساتھ (بعض اوقات) کھانا یا چائے ہی پھینک دیتے ہیں لیکن جب نابینا کے ساتھ ایسا ہوتا ہوگا تو......؟

**اگر** مزید احساس بیدار فرمانا چاہیں تو کبھی رات میں اچانک لائٹ چلی جائے اور ہماری آنکھوں کے سامنے گھپ اندھیرا چھا جائے اور ہم ماچس وغیرہ کی تلاش میں ٹٹولتے اور ٹھوکریں کھاتے ہوئے آگے بڑھنے کی کوشش کررہے ہوں تو چاہئے کہ فوراً اندھے کے دائمی اندھیرے کو یاد کریں یا پھر اپنے گھر میں آنکھوں پر خوب اچھی طرح پٹی باندھ کر کم ازکم پورا ایک دن اسی حالت میں گزار کر دیکھئے۔ اُمید ہے کہ ایک دن تو کیا، نفس ایک گھنٹے میں ہی سخت بیزار ہوجائے گا اور جب آپ آنکھوں کے سامنے پٹی اُتاریں گے تو ایک عجیب فرحت وخوشی محسوس ہوگی یا کم ازکم اتنا تو ضرور کرکے دیکھئے کہ کھانا کھاتے وقت آنکھیں بند کرلیجئے اور پورے کھانے کے دوران آنکھ نہ کھولئے گا۔ اب جو کچھ محسوس ہو اس سے نابینا شخص کی کوفت وبیزاریت کا اندازہ باآسانی ہوجائیگا۔

**یونہی** جب اس کے ماں باپ، بھائی بہن یا بیوی بچوں وغیرہ میں سے کوئی فوت ہوجاتا ہوگا اور یہ صدا لگائی جاتی ہوگی کہ اب آخری مرتبہ میت کا چہرہ دیکھ لو، پھر اسے دفنانے کیلئے لے جایا جائے گا۔ تو اس وقت اس کا دل کتنا بے چین و بے قرار ہوتا ہوگا۔

**اسی طرح** شادی بیاہ کے موقع پر جب سب رنگ برنگے لباس پہنے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کو مبارکبادیاں دی جارہی ہوتی ہیں تب بھی یہ احساسِ کمتری کتنا بڑھ جاتا ہوگا؟

**پھر** ویگنوں بسوں میں چڑھتے اُترتے وقت اسے کیسی دِقت ہوتی ہوگی؟ خصوصاً جب گاڑیاں کم ہوں اور لوگ زیادہ۔ گھر سے دُور راستے میں اگر تیز بارش شروع ہوجائے تو......

**بعض** اوقات راہ چلتے تیز پیشاب بھی آجاتا ہے، آنکھ والا تو کہیں بھی بیٹھ کر تکلیف سے نجات حاصل کرلیتا ہے لیکن یہ بے چارہ؟

**اس** پہلو پر بھی غور کیجئے کہ ایسے لوگ اکثر تنہا نظر آتے ہیں۔ غالباً اس کی بڑی وجہ یہ ہوتی ہے کہ آنکھ والے انہیں بوجھ تصور کرکے ان سے جان چھڑاتے ہیں اور اگر مروتاً سہارا دینا بھی پڑ جائے تو دل پر ایک بیزار کی سی کیفیت طاری رہتی ہے اور کوشش یہی ہوتی ہے کہ کسی اور کے سر پر یہ بوجھ لاد کر اپنی جان بچائی جائے۔ آنکھ والا فوراً روڈ پار کرلیتا ہے لیکن نابینا! خصوصاً جس روڈ پر ٹریفک کا رش ہو۔ ہم تو آنکھ کی برکت سے تیزی سے فاصلہ طے کرلیتے ہیں، کبھی کسی نابینا کو چلتے ہوئے دیکھا ہے؟ اس بیچارے کو ہر قدم پر یہی خوف محسوس ہوتا ہوگا کہ آگے کوئی گڑھا تو نہیں؟ کوئی رکاوٹ تو نہیں؟ اسی وجہ سے اسے بہت آہستہ آہستہ چلنا پڑتا ہے اور دس منٹ کا راستہ آدھے گھنٹے میں طے ہوتا ہے۔ کیا اسے اس سے اذیت و کوفت محسوس نہ ہوتی ہوگی؟

**کبھی** کھانا کھاتے یا چائے پیتے ہوئے کھانے یا چائے میں مکھی گر جاتی ہے ہم تو اسے دیکھتے ہی کراہیت و نفرت کے ساتھ (بعض اوقات) کھانا یا چائے ہی پھینک دیتے ہیں لیکن جب نابینا کے ساتھ ایسا ہوتا ہوگا تو......؟

**اگر** مزید احساس بیدار فرمانا چاہیں تو کبھی رات میں اچانک لائٹ چلی جائے اور ہماری آنکھوں کے سامنے گھپ اندھیرا چھا جائے اور ہم ماچس وغیرہ کی تلاش میں ٹٹولتے اور ٹھوکریں کھاتے ہوئے آگے بڑھنے کی کوشش کررہے ہوں تو چاہئے کہ فوراً اندھے کے دائمی اندھیرے کو یاد کریں یا پھر اپنے گھر میں آنکھوں پر خوب اچھی طرح پٹی باندھ کر کم از کم پورا ایک دن اسی حالت میں گزار کر دیکھئے۔ اُمید ہے کہ ایک دن تو کیا، نفس ایک گھنٹے میں ہی سخت بیزار ہوجائے گا اور جب آپ آنکھوں کے سامنے پٹی اُتاریں گے تو ایک عجیب فرحت و خوشی محسوس ہوگی یا کم از کم اتنا تو ضرور کرکے دیکھئے کہ کھانا کھاتے وقت آنکھیں بند کرلیجئے اور پورے کھانے کے دوران آنکھ نہ کھولئے گا۔ اب جو کچھ محسوس ہو اس سے نابینا شخص کی کوفت و بیزاریت کا اندازہ باآسانی ہوجائیگا۔

......ایسے وقت میں اپنے آپ سے ایمانداری کے ساتھ ان سوالات کے جوابات طلب کیجئے گا......

☆ کیا آنکھیں اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت نہیں؟ اگر آپ کی آنکھیں نہ ہوتیں تو کیا ہوتا؟

☆ کیا یہ نعمت آپ نے اللہ عزّ وجل سے طلب کے بعد حاصل کی ہے؟

☆ کیا آپ نے کبھی زبان سے اس نعمت کا شکر ادا کیا؟

☆ کیا اس عظیم نعمت کے حصول کے بعد بھی یہ کہنا دُرست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیا ہی کیا ہے؟

☆ کیا کبھی آپ نے کسی نابینا کے تنہائی میں بہنے والے ان آنسوؤں کو بھی یاد کیا کہ جو اس نعمت سے محروم رہ جانے کے احساس کے باعث بے اختیار اس کی آنکھوں سے جاری ہو جاتے ہیں۔

# چوتھی نعمت

**اللہ** عزَّ وجل کی عطا کردہ ایک بہت ہی پیاری نعمت 'کان' بھی ہے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم کیا ہوا ہے کبھی آپ نے ان کے بارے میں بھی غور و تفکر کیا؟

**ہم** تو ان کانوں کی برکت سے اپنے ماں باپ، بہن بھائی، بیوی بچوں اور دوست احباب وغیرہ کے دُکھ دَرد با آسانی سن لیتے ہیں لیکن بہرا......؟

**کبھی** راہ چلتے ہوئے تیز رفتار گاڑی کے پہیوں کی چر چراہٹ سن کر ہم تو فوراً چھلانگ لگا کر خود کو بچا لیتے ہیں لیکن بہرا......؟

**بس** اسٹاپ وغیرہ پر کنڈیکٹروں کی آوازیں سن کر ہم تو با آسانی اپنی مطلوبہ بس یا ویگن تلاش کر لیتے ہیں لیکن بہرا......؟

**بچوں** کی توتلی زبان سے نکلنے والے الفاظ اور پرندوں کی خوشنما آوازیں ہمارے دِلوں کو کتنا خوش کر دیتی ہیں لیکن بہرا......؟

**نوکری**، پڑھائی، کاروباری معاملات اور خاندانی رِشتوں ناتوں کے وقت یہ کان ہمارے لئے کتنے معاون و مددگار ثابت ہوتے ہیں لیکن بہرا......؟

**کسی** دوسرے شہر یا ملک میں جانے پر کانوں کی برکت سے کسی کی بات و مفہوم و مقصد کا سمجھنا بے حد آسان ہو جاتا ہے لیکن بہرے کیلئے ایسے مواقع پر اپنی بات سمجھانا اور دوسرے کی سمجھنا' کتنی دُشواری و کوفت کا سبب بنتا ہوگا؟

......خود سے ان سوالات کے جوابات طلب کیجئے......

- ☆ کیا سماعت اللہ عزَّ وجل کی بہت بڑی نعمت نہیں؟ اگر آپ بہرے ہوتے تو کیا ہوتا؟
- ☆ کیا یہ نعمت آپ کو طلب کرنے پر دی گئی؟
- ☆ کیا کبھی آپ نے اس نعمت کا شکر بھی ادا کیا؟
- ☆ اگر اللہ تعالیٰ آپ کی قوتِ سماعت چھین لے تو؟
- ☆ کیا اس نعمت کے باوجود بھی یہ کہنا درست ہے کہ اللہ عزَّ وجل نے ہمیں دیا ہی کیا ہے؟

# پانچویں نعمت

**ایک** عظیم نعمت ' زبان' بھی ہے۔ اس نعمت کی صحیح قدر و قیمت تو کسی استاد، قاری، حافظ، نعت خواں، مبلغ، وکیل، پراپرٹی ڈیلر، سیاسی شخصیات یا سیلز مین سے پوچھیئے۔

**اس** نعمت کے وسیلے سے ہم کتنے معاملات میں سہولت وآسانی وفائدہ حاصل کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کو دکھ درد یا راز کی بات کہنی ہو، ڈاکٹر کو اپنی کیفیات بتانی ہوں، دکاندار سے سودا وغیرہ لینا ہو، رکشہ ٹیکسی یا ویگن بس والے کو اپنی منزل کے بارے میں خبر دینی ہو، کسی دور موجود شخص کو خطرے سے آگاہ کرنا یا اسکی توجہ حاصل کرنا مقصود ہو، شادی بیاہ یا کاروبار وغیرہ کے معاملات طے کرنے ہوں یا نوکری وغیرہ کیلئے انٹرویو دینا ہو۔ غرض یہ کہ تقریباً ہر مقام پر زبان ہمارے کام آتی ہے۔

**کبھی** آپ نے قوتِ گویائی (یعنی بولنے کی طاقت) سے محروم اسلامی بھائیوں کی دِقت کا بھی کچھ احساس کیا ہے؟ یہ بے چارے مندرجہ بالا معاملات میں کس قدر دُشواریوں کا شکار ہوتے ہونگے، خصوصاً جب کوئی اہم بات کسی کو جلدی سمجھانی ہو اور سامنے والا اشاروں کی زبان سمجھنے میں ناکام رہے۔ اسی قسم کی اذیتیں اور پریشانیاں ان کی زندگی کا ایک حصہ ہیں۔

**اگر** آپ ان کی مشکل کا صحیح اندازہ کرنا چاہیں تو زیادہ نہیں صرف ایک دن زبان سے کچھ نہ بولئے، صرف اور صرف اشاروں سے ہی بات کرنے کی کوشش کیجئے، اشاروں سے بات سمجھانے میں دِقت وتکلیف تو الگ بات ہے، زیادہ باتیں کرنے والے کو تو صرف خاموش رہنے میں ہی شدید کوفت اور بیزاریت محسوس ہوگی۔ اس وقت حقیقی معنی میں احساس ہوگا کہ واقعی یہ زبان اللہ تعالٰی کی کتنی بڑی نعمت ہے اور بے چارہ گونگا اپنی پوری زندگی دوسروں کے چہرے پر ناگواری، بیزاریت اور جھنجھلاہٹ کے اثرات نمایاں دیکھ کر مسلسل اذیت وتکلیف کا شکار رہنے کے باعث کتنی بڑی آزمائش میں ہے۔

......اپنے آپ سے ان سوالات کے جوابات طلب کیجئے......

☆ کیا زبان اللہ عزّ وجل کی بہت بڑی نعمت نہیں؟ اگر آپ گونگے ہوتے تو کیا ہوتا؟

☆ کیا اس نعمت کو آپ نے اللہ عزّ وجل سے مانگا تھا؟

☆ کیا آپ نے کبھی اسی زبان سے' زبان کی نعمت کا شکر ادا کیا؟

☆ اگر (خدانخواستہ) کسی وجہ سے آپ کی زبان کٹ گئی تو؟

☆ کیا اس نعمت کے حصول کے باوجود یہ کہنا درست ہے کہ اللہ عزّ وجل نے ہمیں دیا ہی کیا ہے؟

# چھٹی نعمت

**اللہ تعالٰی** کی عطا کردہ نعمتوں میں سے ایک ' ہمارے سانس کا آسانی سے اندر جانا اور سہولت سے باہر آنا' بھی ہے۔اس کی صحیح قدر و قیمت دَمے کے مریضوں سے معلوم کیجئے۔خصوصاً سردیوں میں جب انہیں سانس اندر لیجانے کیلئے پوری قوت لگانی پڑتی ہے اور اسکے باوجود پھر بھی ہوا کی مطلوبہ مقدار پھیپھڑوں میں نہیں پہنچ پاتی ،تو بہت شدید تکلیف محسوس ہوتی ہے۔بعض اوقات تو ایسے پریشان حضرات اس اذیت بھری زندگی پر موت کو ترجیح دینے لگتے ہیں۔

**اگر** آپ بھی اس نعمت کا دُرست اندازہ کرنا چاہیں تو یوں کیجئے کہ اپنی ناک کو انگوٹھے اور شہادت کی اُنگلی سے اس طرح پکڑیئے کہ دونوں نتھنے بند ہو جائیں۔اب بالکل ہی معمولی سا اتنا سوراخ چھوڑ دیں کہ قوت کے ساتھ سانس کھینچنا پڑے۔ٹائم نوٹ کر کے صرف پانچ منٹ اس طرح سانس لے کر دیکھئے۔آپ دیکھیں گے کہ اس طرح سانس لینے سے سکون ہی حاصل نہ ہوگا، شدید تکلیف محسوس ہوگی اور اس حالت میں زندگی گزارنا ایک عذاب معلوم ہوگا۔پانچ منٹ اس اختیاری اذیت میں مبتلاء رہنے کے بعد ناک چھوڑ کر ایک لمبا سانس لیجئے' بے اختیار آپ کی زبان سے سبحان اللہ نکل جائے گا کیونکہ جب پھیپھڑوں میں ہوا کی پوری مقدار پہنچتی ہے تو بے حد سکون محسوس ہوتا ہے۔اس وقت دل اس بات کی گواہی دیگا کہ واقعی اللہ تعالٰی کی جس نعمت پر ہم نے **نعمت ہونے کے اعتبار** سے کبھی غور وتفکر نہ کیا تھا، وہ حقیقت میں اللہ تعالٰی کی بہت بڑی نعمت ہے۔اسکے بعد ذرا ٹھنڈے دل سے آنکھیں بند کر کے ان اسلامی بھائیوں کے بارے میں بھی غور کر لیجئے گا کہ جنہیں اللہ عزَّ وجل نے مصلحتاً آزمائش میں مبتلاء فرمادیا ہے سوچئے کیا انہیں کھانے پینے، دوست احباب سے ملنے، شادی بیاہ میں شرکت کرنے اور سیر وتفریح کیلئے کسی پکنک پوائنٹ پر جانے میں زندگی کا حقیقی لطف حاصل ہوتا ہوگا؟ ہر وقت سانس کی تکلیف، ہر وقت اسی طرف توجہ، ہر وقت یہی پریشانی۔

......آیئے خود سے چند سوالات کے جوابات طلب کریں......

☆ کیا آسانی سے سانس کا اندر جانا باہر آنا اللہ تعالٰی کی نعمت نہیں؟

☆ کیا یہ نعمت آپ کی طلب شدہ ہے؟

☆ کیا کبھی آپ نے خلوصِ دل سے اس نعمت کا شکر ادا کیا؟

☆ اگر (خدانخواستہ) اللہ تعالٰی آپ کو دَمے کے مرض میں مبتلاء فرمادے تو

☆ کیا اس نعمت کے مل جانے کے باوجود یہ کہنا یا سوچنا درست ہے کہ اللہ عزَّ وجل نے ہمیں دیا ہی کیا ہے؟

# ساتویں نعمت

عظیم نعمتوں میں سے ایک نعمت ہمارے 'ہاتھ' بھی ہیں۔اس نعمت کی برکت سے ہم بیشمار معاملات میں آسانی محسوس کرتے ہیں۔ زندگی کے تقریباً ہر شعبے میں ہی ہاتھ ہمارے مددگار ہوتے ہیں۔ ان کی اہمیت خصوصاً کھلاڑی حضرات، شوبزنس سے تعلق رکھنے والوں، مزدوروں، بدمعاشوں، مصنفین، مصوروں اور کتابت کرنے والوں اور ایسے لوگوں سے پوچھئے کہ جن کی روزی کا حصول ان ہاتھوں کے ساتھ وابستہ ہے۔ سگِ عطار نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے دونوں بازو کندھے کے پاس سے کٹے ہوئے تھے، ہاتھوں کے بغیر خالی آستینیں ہوا میں اُڑ رہی تھیں۔ مجھے بہت عبرت حاصل ہوئی اور کافی دیر تک مختلف پہلوؤں سے اس کے بارے میں غور کرتا رہا کہ یہ بے چارہ زندگی کے روز مرہ معمولات کیسے پورے کرتا ہوگا۔ آپ بھی غور فرمایئے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے عدل و انصاف سے دونوں ہاتھوں کی دولت سے محروم فرمادیا ہو وہ کھانا کس طرح کھاتا ہوگا؟ لباس کیسے بدلتا ہوگا؟ بال کیسے بناتا ہوگا؟ نہانے میں کیسی کوفت ہوتی ہوگی؟ کبھی اچانک ٹھوکر لگ کر منہ کے بل نیچے گرنے لگے تو کس سہارے سے خود کو بچائے گا؟ جب اس کے بچے گود میں لینے کی ضد کرتے ہونگے تو؟ سودا سلف لانے میں کتنا پریشان ہوتا ہوگا؟ ایسے لوگوں کی شادی بیاہ کا کیا ہوتا ہوگا خصوصاً جبکہ یہ عیب اسلامی بہن میں ہو؟

ایسے لوگ بے شمار معاملات میں دوسروں کے محتاج ہوتے ہیں۔ اب اگر کوئی دوسرا میسر نہ آئے تو مسلسل آزمائش اور اگر میسر آ بھی جائے تو مسلسل خدمت سے اکثر اوقات طبیعت میں بیزاری و کوفت پیدا ہوجاتی ہے جس کے اثرات چہرے اور دیگر افعال میں نمایاں طور پر محسوس کئے جاسکتے ہیں چنانچہ جب یہ محسوس ہو کہ سامنے والا مجھ سے بیزار ہے اور بے دلی سے کام لے رہا ہے تو یہ احساس نہ صرف احساسِ محرومی کو بڑھا دیتا ہے بلکہ لگاتار دِل آزاری کا سبب بھی بنتا ہے، خاص طور پر خوددار اور حساس طبیعت رکھنے والے حضرات کیلئے تو یہ لمحات بہت بڑی آزمائش ثابت ہوتے ہیں اور اگر بالفرض سامنے والا خوش دلی کیساتھ خدمت کرنے پر استقامت وسکون حاصل کئے ہوئے ہو تب بھی یہ انسانی فطرت ہے کہ دوسروں کے ہاتھوں سرانجام ہونے والے کاموں سے مکمل اطمینان وسکون حاصل نہیں ہوتا' اپنے ہاتھ سے کھانے پینے نہانے کپڑے بدلنے اور استنجاء وغیرہ کرنے میں طبیعت کو جو سکون کی دولت ملتی ہے وہ انسان دوسرے کے کاموں سے ہرگز نہیں پاسکتا۔ چنانچہ محتاجِ غیر ہمیشہ اس بے سکونی کا بھی شکار رہتا ہے اگر آپ اس کا صحیح اندازہ کرنا چاہیں تو صرف ایک دن اپنے گھر میں دونوں ہاتھوں سے کچھ بھی کام نہ کیجئے بلکہ جن جن کاموں میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو تو اسے دوسروں سے کروا کر دیکھئے اور اس کے بعد سنجیدگی کے ساتھ درج ذیل سوالوں کے جوابات تلاش کیجئے۔

☆ کیا ہاتھ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت نہیں؟ اگر آپ کے دونوں ہاتھ نہ ہوتے تو......؟

☆ کیا یہ نعمت طلب کے بعد حاصل ہوئی ہے؟

☆ کیا کبھی آپ نے زبان سے اس نعمت کا بھی شکر ادا کیا؟

☆ اگر (خدانخواستہ) آپ کے دونوں ہاتھ کسی وجہ سے کٹ جائیں گے؟

☆ کیا اس نعمت کے موجود ہونے کے باوجود یہ کہنا درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیا ہی کیا ہے؟

☆ کیا آپ نے کبھی اس آزمائش میں مبتلاء اسلامی بھائی کے تنہائی میں بہنے والے آنسوؤں کا بھی خیال کیا کہ جو احساسِ محرومی و کمتری کے باعث اس کی آنکھوں سے بے اختیار جاری ہوجاتے ہیں۔

# آٹھویں نعمت

**ایک** عظیم ترین نعمت ہمارے 'پیر' بھی ہیں۔اس نعمت کی مدد سے ہم تیزی سے فاصلہ طے کرلیتے ہیں،لڑنے کیلئے قدرتی ہتھیار بھی ہیں، کھیل کے شعبے سے وابستہ افراد کیلئے تو یہ نعمت بے حد اہمیت کی حامل ہے،حسن و جمال قائم رکھنے میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہے، بسوں ویگنوں وغیرہ میں چڑھتے اُترتے وقت بیحد کام آتی ہے۔غرضیکہ بے شمار معاملات میں انسان اس نعمت کے تعاون کا محتاج ہے لیکن آہ! جن لوگوں کو اللہ عزّ وجل نے اس نعمت سے محروم رکھا ہے وہ بے چارے کس طرح گزارہ کرتے ہوں گے؟ سگِ عطار (راقم الحروف) ایک مرتبہ ایک گراؤنڈ کے پاس سے گزر رہا تھا' میدان میں کچھ لڑکے کھیل رہے تھے۔گراؤنڈ کے باہر وہیل چیئر پر بیٹھے ہوئے ایک نوجوان پر نظر پڑی وہ بڑی حسرت کیساتھ ان کھیلتے ہوئے نوجوانوں کو دیکھ رہا تھا۔شاید اس کا دل بھی چاہ رہا تھا کہ ان کے ساتھ کھیلے، ہوسکتا ہے کہ یہی سوچ رہا ہو کہ کاش! میرے بھی پیر ہوتے تو میں بھی کھیل سے لطف انداز ہوتا۔ اس کے چہرے پر احساسِ محرومی کے اثرات دیکھ کر میرا دل بھر آیا اور بے اختیار اس نعمت کے حصول پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکرادا کیا۔پھر اس کے بارے میں سوچنے لگا کہ یہ بے چارہ استنجاء کرنے میں کتنی دِقت محسوس کرتا ہوگا، وہیل چیئر تک جانے اور اس سے بستر پر پہنچنے کیلئے سہارا تلاش کرنے میں بھی تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہوگا۔دور دراز کا سفر طے کرنا ہو اور کوئی ساتھ دینے والا نہ ہو تو کتنی پریشانی محسوس ہوتی ہوگی؟ خطرے کے وقت جبکہ دوسرے تیزی کے ساتھ بھاگ کر جان بچا رہے ہوں،تو اس وقت اس کی بے بسی اور احساسِ کمتری کا عالم کیا ہوگا؟ اگر کبھی راستے میں اسے شدید پیشاب آجائے تو......؟ شادی بیاہ کے معاملے میں اس کا کیا بنے گا؟ ہوسکتا ہے کہ مسلسل خیال رکھنے کے باعث کبھی گھر والے پریشان ہو کر بیزاریت کا اظہار بھی کردیتے ہوں اس وقت اس کا دل کتنا دُکھتا ہوگا؟

**حکایت......** ایک مرتبہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہیں جا رہے تھے۔غربت کی وجہ سے پاؤں جوتوں سے محروم تھے۔ اپنے اطراف میں جوتے پہنے ہوئے لوگوں کو دیکھ کر دل میں خیال آیا کہ دیکھو! اللہ تعالیٰ نے ان سب کو جوتے عطا فرمائے لیکن مجھے محروم کیا ہوا ہے۔ابھی اتنا سوچا ہی تھا کہ اچانک آپ کی نگاہ ایک شخص پر پڑی' جس کے دونوں پیر غائب تھے اور وہ پیٹھ کے بل گھسٹ گھسٹ کر فاصلہ طے کر رہا تھا' جس کی وجہ سے اس کی کمر چھل گئی تھی اور اس سے خون رس رہا تھا۔ یہ دردناک منظر دیکھتے ہی آپ فوراً سجدے میں گر گئے اور بارگاہِ ربّ العزت میں عرض گزار ہوئے کہ اے مالک و مولیٰ! مجھے اس خیال پر معافی عطا فرمادے تو نے اگر جوتے نہ دیئے تو کیا ہوا' دونوں پیر تو سلامت دیئے ہیں۔ (حکایاتِ سعدی علیہ الرحمۃ)

اپنے اطراف میں ہمیں کئی ایسے لوگ نظر آئیں گے کہ جنہیں پیروں کی نعمت و دولت میسر نہیں، جب یہ بے چارے بھرے بازار میں لوگوں کے قدموں میں گھسٹ گھسٹ کر چل رہے ہوتے ہیں اور ہزاروں لوگوں کی نگاہیں بار باران کی طرف اُٹھتی ہیں تو انہیں کتنی ذِلت محسوس ہوتی ہوگی؟ آپ کسی دن اپنے گھر میں اسی طرح گھسٹ کر چل کر دیکھئے، بے حد عجیب وغریب محسوس ہوگا، پھر فوراً خود سے سوال کیجئے کہ کیا تو اسی طرح گھسٹ کر گلی یا محلے یا بازار میں چل سکتا ہے؟ فوراً اندر سے جواب آئے گا، ہرگز نہیں۔ پھر خود سے پوچھئے ہرگز کیوں نہیں؟ جواب آئے گا کیونکہ اس میں بہت ذلت ہے۔ اس وقت خود کو کہئے گا کہ تو پھر شکر کر کہ بے شمار کو اللہ عزّ وجل نے امتحاناً اس ذلت میں مبتلاء فرمایا مگر محض اپنے فضل وکرم سے تجھے پالیا۔ پھر خود سے ان سوالات کے جوابات طلب کیجئے۔

☆ کیا پیر اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت نہیں؟ اگر آپ کے دونوں پیر نہ ہوتے تو؟

☆ کیا آپ نے کبھی اس نعمت کا شکر ادا کیا؟

☆ کیا اس نعمت کے حصول کے بعد یہ کہنا درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیا ہی کیا ہے؟

☆ کیا کبھی آپ نے اس محروم اسلامی بھائی کا 'دنیا والوں سے چھپ چھپ کر رونا' بھی یاد کیا؟

# نویں نعمت

**اللہ تعالیٰ** نے ہمیں ایک مزید بہت بڑی نعمت سے نوازا ہے جس کا اندازہ اس روایت سے لگائیے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے چند اصحاب کیساتھ ایک شخص کے پاس سے گزرے۔ آپ نے اسے ملاحظہ فرمایا کہ وہ اندھا اور فالج زدہ تھا نیز پورے بدن پر کوڑھ کا مرض بھی حملہ آور تھا۔ آپ نے اپنے اصحاب سے دریافت فرمایا کہ کیا تم اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی کسی نعمت کا اثر پاتے ہو؟ انہوں نے عرض کی، اسے بھلا کون سی نعمت حاصل ہے؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا، کیوں! کیا یہ پیشاب آسانی سے نہیں کر لیتا؟ سبحان اللہ عزّ وجل! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ہمارے اسلاف رضی اللہ عنہم کس طرح ہمہ وقت احساسِ نعمت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ واقعی پیشاب کا آسانی سے خارج ہو جانا بھی اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ کثیر لوگ دنیا میں ایسے بھی ہیں جو پیشاب رُک جانے کے مرض میں گرفتار ہیں۔ ان میں سے بعض کا کئی دن اور بعض کا کئی کئی مہینے تک قدرتی طریقے سے پیشاب باہر نہیں آتا ہے۔ پیشاب رُک جانے اور مصنوعی طریقے سے اسے باہر نکالنے کی کوشش مسلسل کے باعث ایسے لوگ بڑی اذیت بھری زندگی گزارتے ہیں۔ انکی تکلیف کا اندازہ وہ اسلامی بھائی بخوبی لگا سکتے ہیں کہ جنہیں دورانِ سفر بس وغیرہ میں پیشاب کی شدید حاجت ہوئی ہو اور بار بار کہنے کے باوجود بس والا بس روکنے کیلئے تیار نہ ہو اس وقت تو کیفیت یہ ہوتی ہے کہ انسان بظاہر یوں کہتا ہوا نظر آتا ہے کہ اگر کوئی مجھ سے ساری دنیا بھی لینا چاہے تو لے لے لیکن کسی طرح اس مصیبت سے نجات دلا دے۔ سگِ عطار خود کئی مرتبہ اس کیفیت کا شکار رہا ہے۔ جب یہ کیفیت طاری ہوتی ہے تو نہ تو کوئی دوسرا خیال ذہن میں آتا ہے اور نہ کسی گفتگو میں مزہ محسوس ہوتا ہے بس اس وقت تو ایک ہی خیال کی تکمیل مقصدِ حیات نظر آتی ہے کہ کسی طرح پیشاب بغیر بے عزتی کے باہر نکل جائے۔ اسی طرح وہ اسلامی بھائی بھی کچھ نہ کچھ اندازہ کر سکتے ہیں کہ جنہیں گھر میں اس قسم کی صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑا ہو کہ پیشاب وغیرہ کی شدت ہوئی وہ تیزی کیساتھ استنجاء خانے کی طرف بڑھے لیکن معلوم ہوا کہ پہلے سے کوئی اندر موجود ہے۔ اب بعض اوقات شدت اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ برداشت کرنا مشکل ہو جاتا ہے نتیجتاً یا تو تیزی سے دائیں بائیں ٹہلنا شروع کر دیتے ہیں تاکہ تھوڑا بہت دھیان بٹ جائے اور یا پھر جب برداشت کی انتہا ہو جائے تو استنجاء خانے کا دروازہ بجا کر اندر بیٹھے شخص سے جلدی باہر آنے کی درخواست کی جاتی ہے۔ اس وقت جو کیفیت انسان پر طاری ہوتی ہے اسے اگر ذہن میں رکھا جائے تو اس مرض کے شکار اسلامی بھائیوں کی تکلیف کا تھوڑا بہت اندازہ ہو سکتا ہے۔

ذرا اس شخص کے بارے میں غور کیجئے کہ جس کا مثانہ پیشاب سے بھر جائے، اسے شدید تناؤ محسوس ہو اور گھنٹوں استنجاء خانے میں بیٹھنے کے باوجود پیشاب کا ایک قطرہ بھی باہر نہ آئے تو کیا اسے کھانے پینے، شادی بیاہ، دوستوں رشتہ داروں کے ساتھ میل جول، کھیل کود، پکنک پوائنٹس وغیرہ سے کوئی مزہ حاصل ہوتا ہو گا؟ ہر مقام پر پیشاب کا تصور ہر جگہ بس یہی خیال۔ اس بے چارے کو تو نیند بھی سکون سے نہیں آتی ہو گی۔

اگر اس مبتلائے تکلیف اسلامی بھائی کی تکلیف اور مذکورہ بالا نعمت کے نعمتِ عظمیٰ ہونے کا مزید اندازہ کرنا چاہیں تو کسی دن خوب اچھی طرح پانی پینے کے بعد خود کو کسی کمرے میں بند کر کے پیشاب کی شدت کا انتظار کیجئے۔ جب پیشاب کی شدت خوب تیز ہو جائے تو پھر اس مرضِ مذکور میں گرفتار اسلامی بھائیوں کی تکلیف کو یاد کیجئے، اِن شاءَ اللہ عزّ وجل آپ کا دل ان کیلئے ہمدردی کے جذبات سے لبریز ہو جائے گا۔ جس وقت تکلیف ناقابل برداشت ہو جائے تو استنجاء خانے تشریف لے جائیے،

اب شدت کے بعد پیشاب خارج ہونے پر جو سکون و قرار حاصل ہوگا وہ پکار پکار کر کہہ رہا ہوگا کہ اے نادان! ذرا غور کر کہ یہ آسانی کے ساتھ اذیت سے نجات حاصل کر لینا بھی تیرے ربّ کریم کی کتنی بڑی نعمت ہے جس کی تو نے آج تک قدر نہیں کی بلکہ تجھے تو اس کو نعمت تسلیم کرنے کی بھی فرصت نہیں اور اس کے ساتھ ہی بے اختیار دل سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کلماتِ شکر جاری ہو جائیں گے۔

**سگِ عطار** کو اچھی طرح یاد ہے کہ کافی عرصہ قبل ایک اسلامی بھائی کو اجتماع و مدرسے کی دعوت دی جاتی تھی لیکن وہ آوارہ گرد دوستوں کے ساتھ مشغول رہنے کے باعث اس معاملے میں ٹال مٹول سے کام لیتا رہتا تھا۔ اس کی صحت قابل رشک تھی لیکن اچانک وہ **پیشاب رُک جانے** کی بیماری میں مبتلاء ہوگیا۔ اسے اسپتال میں داخل کروادیا گیا۔ آپ کو حیرت ہوگی کہ تقریباً تین مہینے تک قدرتی طریقے سے اس کا پیشاب خارج نہ ہوا تھا۔ مصنوعی طریقے سے اخراج کے باوجود پیشاب کی تیزابیت کی وجہ سے اس کی رانیں سوج گئی تھیں، حتیٰ کہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر اس کا انتقال ہوگیا۔ بے چارے کے چھ چھوٹے بچے تھے (اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے۔ آمین)

**اسی طرح** ایک مرتبہ ایک نوجوان میت کو غسل دینے کا اتفاق ہوا، اس کا انتقال بھی اسی سبب سے ہوا تھا۔ وہ نوجوان بھی بہت لمبا چوڑا اور بظاہر صحت مند تھا لیکن یہ مرض اس کیلئے جان لیوا ثابت ہوا۔ سگِ عطار نے خود اپنی ان گناہ گار آنکھوں سے دیکھا کہ پیشاب رُک جانے کے باعث اس کے بدن پر کالے کالے دھبے پڑ گئے تھے اور ڈاکٹروں نے مثانے کے کچھ اوپر سے غالباً مصنوعی طریقے سے اخراجِ پیشاب کیلئے پیٹ چیرا ہوا تھا، جس سے گوشت باہر نکل آیا تھا، اس نوجوان سے بے حد عبرت حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس کی بھی مغفرت فرمائے۔ آمین

## ......خود سے چند سوالات کے جوابات طلب کیجئے......

☆ کیا پیشاب کا سہولت سے خارج ہو جانا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت نہیں؟ اگر کئی دِنوں تک کیلئے آپ کا پیشاب بھی بند ہو جاتا تو؟

☆ کیا اس نعمت کا حصول' آپ کی طرف سے مطالبہ کا نتیجہ ہے؟

☆ کیا آپ نے زبان سے اس نعمت کا شکر ادا کیا؟

☆ اگر (خوانخواستہ) آپ کا پیشاب بھی کئی مہینوں کیلئے بند ہو جائے تو......؟

☆ کیا اس نعمت کی موجودگی کے باوجود یہ کہنا درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیا ہی کیا ہے؟

# دسویں نعمت

**ایک** بہت ہی پیاری اور اہم ترین نعمت 'صحت وتندرستی' بھی ہے۔ زندگی کی نعمتوں سے حقیقی لطف وسرور کا حصول اسی نعمت کا مرہونِ منت ہے۔ شادی بیاہ کی خوشیاں ہو یا پکنک پوائنٹس پر سیر وتفریح سے ملنے والی راحتیں، دوست احباب کی محافل وصحبت سے لطف اندوز ہونا ہو یا مزیدار و لذیذ کھانوں سے لذت حاصل کرنا، گہری اور پر سکون نیند کے مزے ہوں یا خوبصورت خوشنما پھولوں کلیوں جانوروں پرندوں کے نظاروں سے سکونِ قلبی کا حصول، سب کا سب صحت و تندرستی پر موقوف ہے۔ اگر یہ نعمت نہ ہوتو سب کچھ پھیکا پھیکا، بے رنگ، بے مزہ اور بے کار محسوس ہوتا ہے۔ اگر یقین نہ آئے تو دائمی مرض میں گرفتار اسلامی بھائیوں سے تاثرات معلوم کر کے دیکھئے، ہر ایک تقریباً یہی کہتا نظر آئے گا کہ واقعی صحت ہے تو سب کچھ ہے، صحت نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

اگر آپ کا کبھی اسپتال جانا ہوتو وہاں دیکھئے کہ بے شمار ایسے مریض نظر آئیں گے جو صرف انتظارِ موت میں زندگی کے قیمتی لمحات سسک سسک کر گزار رہے ہیں۔ انہیں طویل بیماری اور مسلسل آزمائش نے ہر مزے سے ناآشنا کر دیا ہے۔ کوئی بلڈ کینسر میں مبتلاء ہے تو کسی کو ٹی بی ہے، کوئی شوگر کا شکار ہے تو کوئی مرضِ بلڈ پریشر میں گرفتار، کسی کو دائمی نزلہ کھانسی ہے تو کوئی دمے کی اذیتِ مسلسل سے پریشان، کسی کو دانتوں کی خرابی کی شکایت ہے تو کسی کا بدہضمی قبض نے جینا مشکل بنا دیا ہے۔

**کبھی** آپ نے ان بے چاروں کی زندگی پر غور کیا؟ کبھی ان کو دیکھ کر اور ان کی تکالیف محسوس کر کے صحت کی قدر و قیمت جاننے کی کوشش کی؟ اگر آپ کبھی بخار کا شکار ہو جائیں، جس کی وجہ سے ایک دو دن گھر میں بلکہ بستر پر مقید ہونا پڑ جائے، منہ کا ذائقہ بگڑ جائے، جو کھائیں اُلٹی کی شکل میں باہر نکل آئے، پرہیزی کھانے پر اکتفا کرنا پڑے اور صرف ایک دو دن کی اس معمولی سی آزمائش سے طبیعت میں بے چینی واضطراب بڑھ جائے اور زندگی عذاب معلوم ہونے لگے تو اس وقت ان لوگوں کی تکلیف کو بھی یاد کیجئے گا اور ساتھ ہی فوراً شکر بھی ادا کیجئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صرف چند دن ہی اس آزمائش میں ڈالنا پسند کیا حالانکہ اس کے بے شمار بندے ایسے بھی ہیں جنہیں اس نے اپنے عدل وانصاف سے پوری زندگی بے شمار دائمی امراض سے لڑتے رہنے کی صورت میں ایک عظیم امتحان میں مبتلاء فرما دیا ہے۔

......آیئے چند سوالات کے جوابات تلاش کیجئے......

☆ کیا صحت وتندرستی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت نہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کینسر، ٹی بی، بلڈ پریشر، فالج، کوڑھ، شوگر، دائمی نزلہ وکھانسی، بخار، بدہضمی، قبض، سر درد اور دانتوں یا آنکھوں کے مرض میں مبتلاء فرما دیتا اور ان امراض کے علاج معالجے پر روزانہ آپ کے سینکڑوں روپے خرچ ہو رہے ہوتے تو......؟

☆ کیا صحت وتندرستی آپ کو طلب کرنے کے بعد حاصل ہوئی؟

☆ کیا آپ نے کبھی اس نعمت کا شکر ادا کیا؟

☆ اگر آپ کو بھی (خدانخواستہ) کسی مہلک اور دائمی مرض میں مبتلاء کر دیا جائے تو......؟

☆ کیا اس نعمت کے باوجود یہ کہنا درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیا ہی کیا ہے؟

# گیارھویں نعمت

کسی کو نشے کی عادتِ بد سے محفوظ رکھنا بھی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسانِ عظیم ہے۔ اگر اس نعمت کو نعمت سمجھنے اور اس کا شکر ادا کرنے کا شعور بیدار کرنا چاہیں تو اپنے اطراف میں دربدر کی ٹھوکریں کھانے والے نشے کی عادت میں مبتلاء حضرات کو نگاہِ عبرت سے دیکھئے، آوارہ گرد دوستوں کی صحبت کی نحوست کی بناء پر اس لعنت میں گرفتار ہوجانے والے ان مصیبت کے ماروں کی زندگی ان کیلئے ایک عذاب کی مانند ہے۔ اس منحوس عادت کی بناء پر انسان بے شمار آفتوں میں گرفتار ہوجاتا ہے۔ مثلاً جب گھر والے تنگ آکر نشے کیلئے رقم فراہم کرنے سے انکار کردیتے ہیں تو اخباری خبریں اور مشاہدات گواہ ہیں کہ یہ حضرات اپنے گھر والوں کو جان سے مارنے یا زخمی کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ پھر رقم کے حصول کیلئے گھر کی قیمتی چیزیں سستے داموں فروخت کردیتے ہیں یا پھر چوری، جھوٹ، فریب و دھوکہ دہی سے ضرورت پوری کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ وہی پڑھا لکھا نوجوان جو کبھی انتہائی نفاست کے ساتھ زندگی گزارتا تھا، اب اس مہلک عادت میں گرفتاری کے بعد نشہ پورا کرنے کیلئے کسی شدید بدبو، تعفن، غلاظت اور گندگی سے بھرپور کچرے کے ڈھیر پر سے کاغذ چن رہا ہے۔

**پھر** یہ عادتِ بد انسان کے ضمیر کو مردہ کردیتی ہے چنانچہ نہ تو اسے بیوی بچوں کے حقوق کی ادائیگی کی کوئی فکر ہوتی ہے اور نہ ہی بوڑھے والدین کو سہارا دینے کا دھیان۔ عزتِ نفس نام کو نہیں رہتی لہٰذا جب گھر والے تنگ آکر ان کیلئے گھر کے دروازے ہمیشہ کیلئے بند کردیتے ہیں تو پھر یہ کھانے پینے کی ضرورت پوری کرنے کیلئے ہر ایک کے سامنے ہاتھ پھیلاتے نظر آتے ہیں جواب میں کبھی تو خواہش پوری ہوجاتی ہے اور کبھی گالیوں، تھپڑوں اور دھکوں پر ہی اکتفاء کرنا پڑتا ہے۔ چونکہ ان کی زندگی کا مقصد صرف نشہ پورا کرنا ہی بن چکا ہے لہٰذا اس کے علاوہ انہیں کسی چیز کا ہوش نہیں رہتا نتیجتاً کئی کئی ماہ گزر جانے کے باوجود غسل کی توفیق نہیں ہوتی، لباس و جسم پر میل کی تہیں جم جاتی ہیں، دانتوں پر نگاہ پڑ جائے تو نفاست پسند انسان کو قے آنے لگے۔

**مسلسل** نشہ صحت کو تباہ و برباد کردیتا ہے چنانچہ سگِ عطار نے خود اپنی آنکھوں سے کئی نوجوانوں کو قابلِ رشک صحت کا حامل دیکھا لیکن کچھ عرصے کے بعد نشے نے ان کا تمام خون چوس لیا، چہرے کی سرخی زردی میں تبدیل ہوگئی اور لمبا چوڑا بدن سکڑ کر بچے کی مانند ہوگیا۔

دنیا میں اس اختیاری ذِلت وخواری کے بعد ان کا آخرت میں کیا بنے گا یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے لیکن ماں باپ، بیوی بچوں کی دل آزاریوں، ان کی حق تلفیوں، حرام نشہ کرنے، چوری جھوٹ فریب میں مبتلاء ہونے اور عبادات واحکامات کے معاملے میں کوتاہی کرنے کے باعث بظاہر ان کیلئے وہاں بھی خیر نظر نہیں آتی۔

**پھر** ان کی اس ہولناک داستان کا ایک دردناک پہلو یہ بھی ہے کہ ان حضرات کے باعث ان کے گھر والوں کی زندگی عذاب بن جاتی ہے اپنی جوان اولاد کو آہستہ آہستہ برف کی طرح پگھلتے ہوئے موت کے منہ میں جاتا دیکھ کر کون سے ایسے ماں باپ ہوں گے کہ جن کی راتوں کی نیند حرام نہ ہوں اور مسلسل غم ان کا مقدر نہ بن جائے۔ بعض اوقات اسلامی بہنوں کے رِشتوں سے صرف یہ عذر بیان کر کے انکار کر دیا جاتا ہے کہ اس کا باپ یا بھائی نشے کا عادی ہے، جب بچے سے اسکول میں باپ کے پیشے سے متعلق دریافت کیا جاتا ہے تو اپنے باپ کی کیفیات وتفصیلات بتانے میں گزرنے والے یہ لمحات اس بچے کیلئے شدید دل آزاری اور عظیم احساسِ کمتری پیدا کرنے کا سبب بن جاتے ہیں اور پھر جب اس کے دوست اسے نشئی کی اولاد ہونے کا طعنہ دیتے ہیں تو بعض اوقات اس کے دل میں تمنا پیدا ہوتی ہے کہ اللہ عزوجل مجھے موت دے دے تو اچھا ہے تاکہ اس روزانہ کے غم سے تو نجات مل جائے۔

## ......آیئے خود سے چند سوالات کے جوابات دریافت فرمایئے......

☆ کیا نشے کی لعنت سے محفوظ رہنا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت نہیں؟ اگر آپ بھی نشے کے عادی ہوتے اور حالتِ نشہ میں اکثر وبیشتر گلیوں میں دائیں بائیں جھومتے لڑکھڑاتے یا گندی نالیوں میں منہ کے بل گرے ہوئے نظر آتے تو......؟

☆ کیا آپ نے اللہ عزوجل سے اس نعمت کی طلب کی تھی؟

☆ کیا آپ نے اس سے محفوظ رہنے پر الفاظِ شکر ادا کئے؟

☆ اگر (خدانخواستہ) آپ کو بھی نشے کی عادت پڑ گئی تو......؟

☆ کیا اس نعمت کے حصول کے بعد یہ کہنا درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیا ہی کیا ہے؟

**پیارے اسلامی بھائیو!** سگِ عطار نے اس مقام پر اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ چند ہی نعمتوں کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے کیونکہ یہ مختصر رسالہ اس سے زیادہ تفصیل کا متحمل نہیں ہوسکتا، لیکن اتنا ضرور ہے کہ ان چند نعمتوں کے بارے میں مختلف پہلوؤں سے غور وتفکر کا طریقہ جاننے کے بعد آئندہ ہمارے لئے غیر مذکورہ نعمتوں کا احساس کرنا بھی دشوار نہ رہے گا اور اگر ایک مرتبہ اس طرح احساسِ نعمت کی عادت پڑ گئی تو اِن شاءَ اللہ عزوجل پھر شیطان کیلئے زبان پر شکوہ جاری کروانا بے حد مشکل ہو جائے گا۔

ہمارے اسلافِ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی یہ عادتِ کریمہ رہی ہے کہ وہ ہمہ وقت احساسِ نعمت میں مشغول رہ کر نہ صرف خود کو صبر و تحمل اور رضائے الٰہی عزّوجل پر راضی رہنے کا عادی بنایا کرتے تھے بلکہ دوسروں کی بھی اصلاح کرنے میں کامیاب رہتے تھے چنانچہ **کیمیائے سعادت** میں درج اس حکایت کو ملاحظہ فرمایئے:۔

## پچاس ہزار درہم کا مال

**ایک** شخص نے کسی بزرگ کی خدمت میں اپنی غریبی اور مفلسی کی شکایت کی تو آپ نے ارشاد فرمایا، کیا تو اس بات کیلئے تیار ہے کہ اپنی آنکھ دے دے اور دس ہزار دِرہم لے لے؟ اس نے عرض کی ہرگز نہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا اپنے ہاتھ دے دے اور دس ہزار درہم لے لے۔ اس نے عرض کی یہ بھی منظور نہیں۔ فرمایا اچھا اپنے کان دے دے اور دس ہزار درہم لے لے۔ اس نے عرض کی یہ بھی منظور نہیں۔ فرمایا اچھا اپنے پیر دے دے اور دس ہزار درہم لے لے۔ اس نے عرض کی یہ بھی قبول نہیں۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ پچاس ہزار درہم کا مال تو تیرے پاس موجود ہے اور تو پھر بھی مفلسی کا شکوہ کر رہا ہے۔

**منہاج العابدین** میں درج اس حکایت پر بھی غور کیجئے۔

## احساسِ نعمت اور شکر

**ایک** مرتبہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لوگوں نے عرض کی کہ یہاں ایک ایسا شخص ہے جو ہمیشہ ستون کے پیچھے رہتا ہے۔ ارشاد فرمایا، جب وہ موجود ہو تو مجھے بتانا۔ جب لوگوں نے اس کی موجودگی کی اطلاع دی تو آپ اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا اے شخص! تو ہمیشہ اکیلا کیوں رہتا ہے؟ لوگوں کے ساتھ مل کر کیوں نہیں بیٹھتا؟ اس نے جواب دیا میں ایک عظیم کام میں مصروف ہوں، جس نے مجھے لوگوں سے جدا کر دیا ہے۔ فرمایا تو حسن بصری کے پاس جا کر اس کی باتیں کیوں نہیں سنتا؟ اس نے عرض کی میرے اسی عظیم کام نے مجھے حسن بصری اور دیگر تمام لوگوں سے بے نیاز کر دیا ہے۔ فرمایا وہ عظیم کام کون سا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ کوئی وقت ایسا نہیں کہ جس میں اللہ تعالیٰ مجھے اپنی نعمتوں سے نہ نوازتا ہو اور میں کوئی خطا نہ کرتا ہوں چنانچہ میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا احساس کر کے انکے شکر اور اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرنے میں مصروف رہتا ہوں لہٰذا اسی وجہ سے نہ تو حسن بصری کے پاس جانے کی فرصت ہے اور نہ ہی دیگر لوگوں کے پاس بیٹھنے کیلئے فراغت۔ یہ سن کر خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے (عاجزانہ طور پر) ارشاد فرمایا تو یہیں بیٹھا رہ، کیوں کہ تو حسن بصری سے بڑا فقیہہ و عالم ہے۔

درج ذیل روایت کا یاد رکھنا بھی آئندہ کیلئے مفید ثابت ہوگا۔ (اِن شاءَ اللہ عزَّ وجلَّ)

## شکوہ کیوں کروں ؟

**ایک مرتبہ** سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خربوزہ کاٹا، چکھا تو کڑوا نکلا۔ آپ نے یہ ٹکڑا پاس موجود اپنے سمجھدار غلام ایاز کو دے دیا۔ ایاز نے پورا ٹکڑا کھا لیا۔ محمود رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرا ٹکڑا کاٹ کر دیا، ایاز وہ بھی کھا گیا۔ آپ اسی طرح ٹکڑے دیتے گئے اور ایاز بغیر کچھ کہے کھاتا گیا، حتیٰ کہ پورا خربوزہ ختم ہوگیا۔ سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ نے تعجب کے ساتھ دریافت فرمایا، اے ایاز! کیا خربوزہ کڑوا نہیں تھا؟ ایاز نے عرض کی کہ جی ہاں تھا تو سہی۔ فرمایا، پھر تم نے شکوہ کیوں نہ کیا؟ عرض کی کہ حضرت! بات دراصل یہ ہے کہ آپ کے ان مبارک ہاتھوں سے بے شمار نعمتیں حاصل ہوئیں ہیں، اب جبکہ ان سے ایک تکلیف پہنچی ہے تو میری غیرت نے گوارا نہ کیا کہ اِن تمام نعمتوں کو فراموش کر کے اس معمولی سی تکلیف کا شکوہ کروں، چنانچہ یہی سوچ کر خاموشی سے کھاتا رہا۔
(معدنِ اخلاق غالباً)

**کاش!** اللہ عزَّ وجلَّ کی طرف سے آنے والی آزمائشوں پر ہماری بھی یہی مدنی سوچ بن جائے۔

**آخر میں** پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک نصیحت ملاحظہ فرمائیے کہ جس میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر و قیمت کا احساس کرنے کا طریقۂ بے نظیر بیان کیا گیا ہے چنانچہ رحمتِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اپنے سے نیچے درجے کے لوگوں کی جانب دیکھا کرو (اس کے برعکس) اوپر کے درجے کے لوگوں کو نہ دیکھا کرو اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی (کسی) نعمت کو حقیر نہ جانو گے۔ (ابن ماجہ)

## تیسرا طریقہ......

**شکوہ شکایت** سے بچنے کا تیسرا طریقہ یہ کہ انسان خود کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے کا عادی بنائے۔ رضائے الٰہی پر راضی رہنے کی عادت کی برکت سے نہ صرف شکوہ وشکایت جیسے قبیح گناہ سے نجات مل جائیگی بلکہ انسان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بیشمار مزید انعامات کا مستحق بھی بن جاتا ہے۔ اس عظیم ترین وصف وخوبی کو حاصل کرنے کیلئے راضی برضائے الٰہی کے فضائل اور اس سلسلے میں بزرگانِ دین رضی اللہ عنہم کی حیاتِ طیبہ کا مطالعہ کرنا بے حد مفید ومعاون ومددگار ثابت ہوگا۔ اسی سلسلے میں چند معروضات درج ذیل ہیں۔

☆ مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ انسان کی خوش بختی میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی ہوجائے اور اس کی بدبختی میں سے یہ ہے کہ اپنے بارے میں اللہ عزّ وجل کے فیصلے کو ناپسند کرے۔ (ترمذی)

☆ مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے دریافت فرمایا کہ تم کون ہو؟ عرض کی کہ ہم ایماندار ہیں۔ فرمایا، تمہارے ایمان کی علامت کیا ہے؟ عرض کی کہ ہم مصیبت پر صبر کرتے ہیں، بوقتِ وسعت اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرتے ہیں اور قضا کے موقعوں پر راضی رہتے ہیں۔ مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ربِّ کعبہ کی قسم! تم مومن ہو۔ (احیاء العلوم)

☆ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کیلئے خوشخبری ہے کہ جسے اسلام کی طرف ہدایت کی گئی، اس کی روزی بقدرِ ضرورت ہو اور وہ اس کے ساتھ راضی ہو۔ (ترمذی)

☆ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو شخص اللہ تعالیٰ سے تھوڑی روزی پر راضی ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے تھوڑے عمل سے راضی ہوجاتا ہے۔ (احیاء العلوم۔ اتحاف السادۃ المتقین)

☆ رحمتِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو اسے کسی بلا میں مبتلاء کردیتا ہے پس اگر وہ صبر کرے تو اسے برگزیدہ کردیتا ہے پھر اگر راضی رہے تو اسے چن لیتا ہے۔ (کنز العمال)

☆ مخبرِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ میری اُمت کے ایک گروہ کو خاص پر عطا فرمائے گا جن کے ذریعے وہ اُڑتے ہوئے جنت کی طرف جائیں گے اور وہ جنت میں جیسے اور جہاں چاہیں گے مزے اُڑائیں گے۔ فرشتے ان سے پوچھیں گے، کیا تم پل صراط پار کرچکے؟ وہ جواب دینگے کہ ہم نے تو پل صراط دیکھا بھی نہیں۔ پھر فرشتے سوال کریں گے کہ کیا تم حساب کتاب سے فارغ ہوچکے؟ وہ جواب دیں گے کہ ہمیں اس سے کوئی کام نہیں۔ فرشتے دریافت کریں گے، تم کس کی اُمت ہو؟ وہ کہیں گے، ہم محبوبِ خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت ہیں۔ فرشتے پوچھیں گے کہ ہم تمہیں قسم دیتے ہیں کہ سچ سچ بتاؤ کہ دنیا میں تمہارے اعمال کیا تھے؟ وہ جواباً کہیں گے کہ ہم میں دو عادتیں تھیں ایک یہ کہ جب ہم تنہائی میں ہوتے تو اللہ تعالیٰ سے شرما کر گناہ نہیں کرتے تھے اور دوسری یہ کہ ہمارے لئے جو مقدر ہوتا، ہم اس پر راضی رہتے تھے۔ تب فرشتے کہیں گے کہ یقیناً تم اسی درجے اور مرتبے کے مستحق تھے۔ (احیاء العلوم)

☆ روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں بنی اسرائیل نے عرض کی کہ ہمارے لئے اپنے ربّ عزّ وجل سے کوئی ایسا کام دریافت کر دیجئے کہ جب ہم وہ کام کریں تو اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی، یاربّ عزّ وجل! جو کچھ یہ عرض کرتے ہیں تو نے سنا۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے حکم ہوا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام)! ان سے فرما دیجئے کہ یہ مجھ سے راضی رہیں تا کہ میں ان سے راضی رہوں۔ (احیاء العلوم)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ جنت میں سب سے پہلے بلائے جائیں گے، وہ وہی لوگ ہوں گے جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتے رہے ہیں یعنی وہ ہر حال میں راضی رہتے ہیں۔ (احیاء العلوم)

☆ حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ عزّ وجل کے حکم پر راضی نہ ہو، اس کی بیوقوفی کا کوئی علاج نہیں ہے۔ (احیاء العلوم)

☆ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایمان کا اعلیٰ ترین درجہ یہ ہے کہ حکم پر صبر کرے اور تقدیر پر راضی ہو۔ (ایضاً)

☆ اسی ضمن میں ایک ایمان افروز روایت مزید ملاحظہ فرمائیے:۔

## جنت میں اعلیٰ مقام

**بنی اسرائیل** کے ایک عابد نے طویل عرصے تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ ایک مرتبہ خواب میں اسے دکھایا گیا کہ بکریاں چرانے والی فلاں عورت جنت میں تیرے پڑوس میں رہے گی۔ بیدار ہونے کے بعد عابد تلاش کرتا کرتا اس عورت کے پاس پہنچا اور تین دن تک اس کا مہمان رہا تا کہ اس کا عمل دیکھے۔ عابد دن بھر روزہ رکھتا، تمام رات عبادت میں گزار دیتا جبکہ وہ عورت نہ تو دن میں روزہ رکھتی اور نہ ہی شب بیداری کرتی۔ بالآخر عابد نے پوچھا کہ تو اس کے علاوہ بھی کوئی عمل کرتی ہے؟ عورت نے جواب دیا کہ جو کچھ آپ نے دیکھا بس یہی میرا عمل ہے، مزید کوئی قابل ذکر بات میں نہیں جانتی۔ جب عابد نے بار بار کسی اور عمل کو یاد کرنے پر زور دیا تو عورت نے کہا کہ ہاں! اس کے علاوہ ایک چھوٹی سی خصلت مجھ میں اور ہے، وہ یہ کہ اگر میں سختی میں ہوں تو اچھی حالت کی تمنا نہیں رکھتی، اگر بیمار ہو جاؤں تو تندرستی کی خواہش نہیں ہوتی اور اگر دھوپ میں ہوں تو سایہ کا خیال نہیں آتا (یعنی ہر حال میں ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتی ہوں) یہ سن کر عابد نے کہا کہ بھلا یہ کوئی چھوٹی سی خصلت ہے یہ تو اتنی عظیم خصلت ہے کہ جس سے بڑے بڑے عبادت گزار عاجز ہیں۔ (احیاء العلوم)

☆ اسی ضمن میں ایک مزید روایت پڑھئے:۔

## خیر اِسی میں ہے

حضرت مسروق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک شخص اپنے اہل خانہ کے ساتھ جنگل میں رہا کرتا تھا۔ کچھ فاصلے پر چند مزید گھروں میں لوگ رہا کرتے تھے۔ اس کے پاس ایک گدھا، ایک کتا اور ایک مرغا تھا۔ گدھے پر خیمہ، پانی اور دیگر سامان لادا جاتا، کتا حفاظت کرتا اور مرغا صبح نماز کیلئے جگاتا تھا۔ اس شخص کی یہ عادت تھی کہ ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی رہ کر ہمیشہ یہی کہا کرتا تھا کہ خیر اسی میں ہے۔ ایک دن اچانک ایک بھیڑیئے نے اس کے گدھے کا پیٹ پھاڑ ڈالا۔ اس کے اہل خانہ کو بہت دُکھ ہوا لیکن اس نے حسبِ معمول مطمئن رہتے ہوئے کہا کہ خیر اسی میں ہے۔ پھر ایک دن ایک لومڑی آئی اور اس کا مرغا پکڑ کر لے گئی۔ گھر والوں کو اس سے بھی رنج پہنچا لیکن اس نے پھر یہی کہا کہ خیر اسی میں ہے۔ پھر ایک دن کسی سبب سے اس کا کتا بھی مر گیا، اس پر بھی اہل خانہ بہت غمگین ہوئے لیکن اس نے وہی بات کہی کہ خیر اسی میں ہے۔ گھر والوں نے کہا کہ آپ ہر حادثے میں کہہ دیتے ہیں کہ خیر اسی میں ہے۔ اب ہمارے سارے کام کے جانور مر گئے تو بھلا اس میں کون سی بھلائی پوشیدہ ہے؟ اس نے جواب دیا کہ صبر کرو! یقیناً اس میں بھی ہمارے لئے کوئی بھلائی ہوگی۔ دوسرے دن انہوں نے اُٹھ کر دیکھا کہ رات میں ڈاکو ان کے پڑوسیوں کو قتل کر کے تمام مال واسباب لوٹ کر لے گئے ہیں لیکن چونکہ ان کے ہاں جانوروں کے مر جانے کی بناء پر بالکل خاموشی تھی لہٰذا ڈاکوؤں کو پتا نہ چلا کہ یہاں کوئی مزید گھر بھی ہے، چنانچہ ان کی جان اور بقیہ مال بھی بچ گیا۔ تب اس شخص نے اہل خانہ سے کہا کہ دیکھا تم نے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں کیسی بھلائی ہے۔ ہر کام کی خوبی بس اللہ عزَّ وجلَّ ہی جانتا ہے۔ (احیاء العلوم)

مدینہ ...... یہ بات اچھی طرح یاد رکھئے کہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر دل سے راضی رہتے ہوئے اپنی مشکل و پریشانی کے حل کیلئے دعا اور اسباب و ذرائع اختیار کرنا اللہ عزَّ وجلَّ کی رضا پر راضی رہنے کے خلاف نہیں۔ چنانچہ دعا اور نوکری کی تلاش، کاروبار کی ترقی، غربت کے خاتمے، بچوں کے بہتر مستقبل اور بیماری کا علاج کروانے کیلئے جائز طریقوں سے عملی کوشش اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ قابل گرفت فعل یہ ہے کہ دل اللہ عزَّ وجلَّ کی تقسیم پر راضی نہ ہو اور دل کی یہ کیفیت شکوے کی صورت میں زبان پر ظاہر ہو جائے۔

چوتھا طریقہ...... یہ ہے کہ انسان صبر وتحمل اور اسلافِ کرام رضی اللہ عنہم کے صبر کرنے کے واقعات کو ذہن میں رکھ کر اور اکثر و بیشتر ان پر غور وتفکر کر کے خود بھی صابرین کی صف میں شامل ہونے کی کوشش کرے۔اس ضمن میں بھی چند مدنی معروضات پیش خدمت ہیں:

☆ اللہ عزّ وجل نے قرآنِ پاک میں ارشاد فرمایا: (ترجمۂ کنزالایمان) اور ضرور ہم صبر کرنے والوں کو ان کا وہ صلہ دیں گے جوان کے سب سے اچھے کام کے قابل ہو۔ (پ۱۴-النحل:۹۶) (یعنی ان کی ادنیٰ سی نیکی پر بھی وہ اجر وثواب دیا جائیگا جو وہ اپنی اعلیٰ نیکی پر پاتے)۔

☆ دوسری جگہ فرمانِ مقدس ہے: ان کو جنت کا سب سے اونچا بالا خانہ انعام ملے گا بدلہ ان کے صبر کا۔ (پ۱۹-الفرقان:۷۵)

☆ ایک اور مقام پر ارشاد ہوا: (ترجمۂ کنزالایمان) اور صبر کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کیساتھ ہے۔ (پ۱۰-الانفال:۴۶)

☆ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، صبر آدھا ایمان ہے۔ (احیاء العلوم)

☆ مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، یعنی صبر جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ (احیاء العلوم)

☆ مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ جو چیز تجھے بری معلوم ہو، اس پر صبر کرنے پر جنت میں خیر کثیر ہے۔ (ایضاً)

☆ رحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے، اگر صبر آدمی ہوتا تو کریم ہوتا، اللہ تعالیٰ کو صبر کرنے والے محبوب ہیں۔ (احیاء العلوم)

☆ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیساتھ ابو سیف لوہار کے ہاں گئے، یہ پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رضاعی والدہ کے شوہر تھے۔ مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُٹھا کر چوما اور سونگھا۔ کچھ عرصے بعد ہم پھر آپ کے ساتھ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلے گئے۔ اس وقت وہ جانکنی کے عالم میں تھے تو مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے شروع ہوگئے۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ بھی رو رہے ہیں؟ فرمایا، اے ابنِ عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! یہ رحمت ومحبت کے آنسو ہیں (شکوہ وشکایت کے نہیں) اسکے بعد بھی آپ کے آنسو بہتے رہے پھر آپ نے ارشاد فرمایا، آنکھ آنسو بہاتی ہے، دل غم میں ڈوبا ہوا ہے مگر ہم زبان سے وہی بات کہیں گے جو ہمارے ربّ تعالیٰ کو محبوب ہے (یعنی صبر وشکر کے کلمات) اور اے ابراہیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! بیشک ہم تیری جدائی اور فراق پر غمناک ہیں۔ (بخاری ومسلم)

☆ صبر وایثار سے متعلق یہ واقعہ بھی ہمیشہ یاد رکھنا بے حد نفع بخش ثابت ہوگا۔ (اِن شاءَ اللہ عزّ وجل)

**روایت** ہے کہ حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ بیمار ہوگئے تو حضرت علی، بی بی فاطمہ اور آپ کی کنیز بی بی فضہ (رضی اللہ عنہم) نے منت مانی کہ اگر یہ تندرست ہوگئے تو ہم تین روزے رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضل وکرم سے صاحبزادوں کو شفا حاصل ہوگئی۔ چنانچہ ان حضرات نے روزے رکھنے شروع کردیئے۔ سحری کے لئے گھر میں کچھ موجود نہ تھا چنانچہ فاقہ پر روزہ شروع کردیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک یہودی سے کچھ اون تین صاع جو کی اُجرت طے کرکے لے آئے تاکہ دھاگہ بنا کر اُجرت حاصل کی جاسکے۔ بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس میں سے ایک تہائی کاتا، اُجرت میں ایک صاع (تقریباً ساڑھے چار سیر) جو ملے۔ آپ نے انہیں پیس کر پانچ نان تیار کئے۔ دو اپنے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے، دو صاحبزادوں اور ایک باندی کیلئے۔ روزہ کی حالت میں دن بھر مزدوری کرنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمازِ مغرب ادا کرکے گھر تشریف لائے، دسترخوان بچھایا گیا، ابھی آپ نے روٹی کا ٹکڑا توڑا ہی تھا کہ ایک فقیر نے دروازے پر صدا لگائی، اے رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے گھر والو! میں ایک فقیر مسکین ہوں، مجھے کھانا دو، اللہ تعالیٰ تمہیں جنت کے دسترخوان سے کھانا کھلائے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہاتھ روک لیا اور بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مشورہ کیا، آپ نے فرمایا، ضرور دے دیجئے۔ چنانچہ وہ تمام روٹیاں اسے دے دیں اور سب کے سب فاقے سے رہے اور اسی حال میں دوسرے دن کا روزہ شروع کردیا۔ اس دن بھی اُجرت وصول کرکے پانچ نان تیار فرمائے۔ مغرب کے بعد سب دسترخوان پر بیٹھ گئے تو ایک یتیم نے اپنی تنگدستی کا ذکر کرکے کھانا مانگا۔ آپ حضرات نے اس دن کی روٹیاں بھی اس کے حوالے کردیں اور پانی پی کر تیسرے دن کا روزہ شروع کردیا۔ تیسرے دن پھر اون کاتنے کی اجرت وصول فرما کر روٹیاں تیار کیں۔ مغرب کے بعد دسترخوان پر بیٹھے ہی تھے کہ ایک قیدی نے اپنی سخت حاجت اور پریشانی بیان کرکے مدد طلب کی۔ آپ حضرات نے یہ روٹیاں بھی اس کے حوالے کردیں۔ چوتھے روز، روزہ تو نہ تھا لیکن کھانے کیلئے بھی کچھ نہ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو لے کر مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، بھوک وکمزوری کی وجہ سے چلنا بھی دُشوار ہورہا تھا۔ مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تمہاری تکلیف وتنگی دیکھ کر مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے، چلو فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے پاس چلیں۔ آپ تشریف لائے تو دیکھا کہ آپ نماز پڑھ رہی ہیں، بھوک کی شدت کی بناء پر آنکھیں گڑ گئیں تھیں اور پیٹ کمر سے لگ رہا تھا۔ بعدِ فراغت آپ کو پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینے سے لگا لیا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرمائی۔ اس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام سورۂ دہر کی یہ آیات لیکر تشریف لائے: (ترجمۂ کنزالایمان) اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو۔ (پ۲۹۔الدھر:۸)

مدینہ ...... کاش ہم بھی خاندانِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مدنی درس حاصل کریں کہ اتنی آزمائشوں کے باوجود نہ تو بے صبری وشکوہ ہے اور نہ ہی گھر میں لڑائی جھگڑا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

**یاد رکھئے** کہ صبر کی فضیلت وثواب صرف اسی صورت میں حاصل ہوگا کہ جب ہم حقیقتاً صبر کریں یعنی خلافِ مرضی کام پر شکایت واعتراض سے قلب وزبان کو روکیں۔ چنانچہ اس سے وہ حضرات سبق حاصل کریں کہ جو آزمائشوں کے جواب میں خوب شکوہ شکایت کا ڈھیر لگانے کے بعد یوں کہہ کر کہ جی کیا کریں بس ہم تو صبر ہی کررہے ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم صابرین میں شامل ہیں، حالانکہ صبر کا تعلق صرف زبانی دعوے سے نہیں بلکہ اس کی شرائط پوری کرنا ضروری ہیں۔

## پانچواں طریقہ......

یہ طریقہ خاص طور پر اس شکوہ و شکایت سے بچنے کا ہے کہ جو کسی نعمت کے چھن جانے کا کسی بلا و مصیبت کے نازل ہونے پر انسان کی زبان پر جاری ہوتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں عرض ہے کہ جب بھی کوئی نعمت بقضائے الٰہی عزّ وجل ہم سے چھن جائے یا کوئی مصیبت و آفت ہماری جانب متوجہ ہو اور شیطان ہمیں غصہ دِلا کر نازیبا کلمات ادا کرنے کی طرف مائل کرنے کی کوشش کرے تو فوراً امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ نصیحت یاد کر لیجئے، اِن شاءَ اللہ عزّ وجل ناپسندیدہ کلمات کے بجائے زبان سے الفاظِ شکر ادا ہونے شروع ہو جائیں گے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر مصیبت و آفت پر پانچ وجوہات کی بناء پر شکر ادا کرنا واجب ہے:۔

۱......اس بلا کا تعلق جسم سے تھا، دین سے نہ تھا۔

☆ کسی نے حضرت عبداللہ تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے شکایتاً عرض کی کہ چور میرے گھر سے تمام مال چورا کر لے گئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو مقامِ شکر ہے کیونکہ اگر شیطان تیرا ایمان چرا کر لے جاتا تو تُو کیا کر لیتا؟

۲......کوئی بیماری و بلا ایسی نہیں کہ دوسری بیماری یا بلا اس سے بدتر نہ ہو، پس زیادہ کے مقابلے میں کم کا ملنا بھی مقامِ شکر ہے۔

☆ منقول ہے کہ کسی بزرگ کے سر پر کسی نے طشت بھر کر خاک ڈال دی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ حضرت! یہ شکر کا کون سا وقت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں تو اس قابل تھا کہ طشت بھر کر انگارے مجھ پر ڈالے جاتے اب اگر صرف راکھ ڈالی گئی ہے تو کیا یہ مقامِ شکر نہیں ہے؟

☆ کسی نے حضرت محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں مبارک پر زخم دیکھ کر کہا کہ مجھے اس زخم کی وجہ سے آپ پر ترس آ رہا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت سے یہ زخم ہوا ہے، میں تو اسی وقت سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہا ہوں کہ یہی زخم آنکھ میں نہیں نکلا۔

☆ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا پاؤں جل گیا۔ آپ نے اسے زانو سے کٹوا دیا۔ پھر فرمایا، اے اللہ عزّ وجل! تیرا بڑا شکر ہے کہ تو نے ایک ہی پاؤں لیا، کم از کم دوسرا تو باقی رکھا ہے۔

۳......کوئی دنیاوی عذاب ایسا نہیں ہے کہ جسے آخرت پر موقوف کیا جائے کیونکہ دنیاوی عذاب اُخروی عذاب سے رِہائی کا سبب ہے پس یہ بھی مقامِ شکر ہے۔

☆ مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو دنیا میں عذاب دیا جاتا ہے، اس کو آخرت میں عذاب نہ دیا جائے گا کیونکہ سختی اور بلا گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے۔ (احیاء العلوم)

☆ جو مصیبت آنے والی تھی وہ لوح محفوظ میں لکھی تھی، اس لئے آئی اور آ کر ٹل بھی گئی تو یہ بھی مقامِ شکر ہوا۔

☆ حضرت ابوسعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گدھے پر سے گر گئے تو الحمدللہ فرمایا۔ لوگوں نے عرض کی، آپ نے الحمدللہ کیوں فرمایا؟ ارشاد ہوا کہ گدھے پر سے گرنا، روزِ ازل سے مقدر ہو چکا تھا اور گدھے پر سے گرنے سے یہ آفت ٹل گئی، پس اس آفت کے ٹل جانے پر شکر کر رہا ہوں۔

☆ دنیائے فانی سے دل لگانا گناہ ہے، اسے جنت اور بارگاہِ الٰہی عزَّوجل میں حاضری کو مثل قید خانہ تصور کرنا نادانی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (ترجمۂ کنزالایمان) جو آخرت کی کھیتی چاہے ہم اس کیلئے اس کی کھیتی بڑھائیں (گے) اور جو دنیا کی کھیتی چاہے ہم اسے اس میں کچھ دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔ (پ۲۵-الشوریٰ:۲۰) چنانچہ مصیبت انسان کے دل کو دنیا سے بیزار کر دیتی ہے اور اب اسے دنیا قید خانہ اور موت نجات محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ بھی مقامِ شکر ہے۔

**چھٹا طریقہ**......ان آیاتِ مبارکہ کوتوجہ کے ساتھ پڑھئے:۔

☆ (ترجمۂ کنز الایمان) بے شک اللہ لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا، ہاں لوگ ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ (پ۱۱-یونس:۴۴)

☆ (ترجمۂ کنز الایمان) اور اللہ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں۔ (پ۲-بقرہ:۱۴۹)

☆ (ترجمۂ کنز الایمان) اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کیلئے برا ہے عنقریب وہ (چیز) جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا۔ (پ۴- آل عمران:۱۸۰)

(معلوم ہوا کہ بخل بری چیز ہے اور بروزِ قیامت عذاب کا سبب ہوگا اور جو چیزیں بری اور باعثِ عذاب ہوں اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک اس سے پاک وصاف ہے چنانچہ نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ عزّ وجل بخل سے پاک وصاف ہے۔)

☆ (ترجمۂ کنز الایمان) کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ کیا اور پہاڑوں کو میخیں اور تمہیں جوڑے بنایا اور تمہاری نیند کو آرام کیا اور رات کو پردہ پوش کیا اور دن کو روزگار کیلئے بنایا اور تمہارے اوپر سات مضبوط چنائیاں چنیں (یعنی آسمان بنائے) اور ان میں ایک نہایت چمکتا چراغ (یعنی سورج) رکھا اور بدلیوں سے زور کا پانی اتارا کہ اس سے پیدا فرمائیں اناج اور گھنے باغ۔ (پ۳۰-نباء:۶-۱۶)

☆ (ترجمۂ کنز الایمان) تو اس (اللہ عزّ وجل) نے تمہیں جگہ دی اور اپنی مدد سے زور دیا اور ستھری چیزیں تمہیں روزی دیں تاکہ تم شکرگزاری کرو۔ (پ۹-انفال:۲۶)

☆ (ترجمۂ کنز الایمان) اور تمہیں کان اور آنکھ اور دل دیئے تاکہ تم شکرگزاری کرو۔ (پ۱۴-نحل:۷۸)

**مندرجہ بالا آیاتِ مبارکہ سے بخوبی معلوم ہوا کہ اللہ عزّ وجل ظلم، غفلت، بھول اور بخل وغیرہ سے پاک وصاف ہے۔ نیز اسی** ذاتِ پاک نے ہمیں طرح طرح کی بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔

**چنانچہ** اب جب کبھی شیطان موقع سے فائدہ اُٹھائے ہوئے (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کے ظالم وغافل وبخیل ہونے کا تصور ویقین پیدا کرنے کی کوشش کرے تو ہمیں چاہئے کہ فوراً اس سے یہ سوال کریں کہ بتا تو سچا کہ میرا پاک پروردگار؟

**پھر پوچھیں** کہ جب اللہ عزّ وجل نے بغیر طلب کئے ہمیں اتنی پیاری پیاری نعمتیں عطا فرمادی ہیں تو کچھ نعمتوں کے مصلحتاً روک لینے پر اسے (معاذ اللہ) کنجوس یا ظالم یا غافل تصور کرنا کیونکہ دُرست ہوسکتا ہے؟ یقیناً اس ذاتِ بے عیب سے متعلق ایسا تصور رکھنا حماقت ونادانی وبے وقوفی وجہالت وبدبختی ونامرادی کی واضح نشانی نہیں تو اور کیا ہے؟ اور الحمدللہ عزّ وجل میں نہ تو احمق ونادان و بے وقوف ہوں اور نہ ہی جاہل وبدبخت ونامراد۔

پھر اسے کہیں کہ تیری یہ چال یہاں نہیں چل سکتی، تو یہ چاہتا ہے کہ میں اپنے ربّ عزَّوجل کی ناشکری کر کے تیرے ساتھ جہنم میں چلا جاؤں؛ اِن شاءَ اللہ عزَّوجل ایسا ہرگز نہ ہوگا اور اگر تو کہے کہ یہ ہرگز میری چال نہیں بلکہ میں تو تجھے حقیقتِ حال دِکھانا اور صرف ہمدردی کا اظہار کرنا چاہتا ہوں تا کہ تیرا غم کچھ ہلکا ہو جائے۔ تو اس کا جواب بھی غور سے سن کہ یہ سب تیرا جھوٹ ودغابازی و فریب ہے۔ لعین ورجیم! کیا ہمارے ربّ عزَّوجل نے قرآنِ پاک میں تیری گستاخی اور ناپاک اِرادوں کو بہت پہلے ہی بیان نہیں فرمادیا! چنانچہ ہمارا پیارا ربّ عزَّوجل ارشاد فرماتا ہے:

(ترجمۂ کنزالایمان) پھر ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو وہ سب سجدے میں گر گئے مگر ابلیس؛ یہ سجدہ والوں میں نہ ہوا فرمایا (اللہ عزَّوجل نے) کس چیز نے تجھے روکا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب میں نے تجھے حکم دیا تھا۔ (شیطان) بولا میں اس (یعنی آدمی علیہ السلام) سے بہتر ہوں (کہ) تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے بنایا۔ (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا تو یہاں سے اُتر جا تجھے حق نہیں پہنچتا کہ یہاں رہ کر غرور کرے؛ نکل، بے شک تو ذِلت والوں میں سے ہے۔ (شیطان) بولا مجھے فرصت دے اس وقت تک کہ لوگ (حساب وکتاب کیلئے) اُٹھائے جائیں۔ (اللہ عزَّوجل نے) فرمایا تجھے مہلت ہے۔ (شیطان) بولا تو قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور تیرے سیدھے راستے پر ان (لوگوں) کی تاک میں بیٹھوں گا، پھر میں ضرور ان کے پاس آؤں گا، انکے آگے اور ان کے پیچھے اور انکے داہنے اور ان کے بائیں سے اور تو ان میں سے اکثر کو شکرگزار نہ پائے۔ (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا یہاں سے نکل جا، ردّ کیا ہوا، راندہ ہوا، ضرور جو ان میں سے تیرے کہے پر چلا میں تم سب سے جہنم بھر دونگا۔ (پ۸-اعراف:۱۱-۱۸)

اور اسکے وار کو ناکام بنانے کیلئے مزید ارشاد فرمائیں اور مجھے یہ بھی اچھی معلوم ہے کہ اگر میں نے تیری مخلصانہ ہمدردی کو قبول کرلیا اور نادانی اور جلد بازی میں اپنے ربّ عزَّوجل کی ناراضگی مول لی تو کل بروزِ قیامت تو ہی ہوگا جو مجھ سے شدید قسم کی بیزاری کا اظہار کرے گا جیسا کہ ہمارے مالک و مولیٰ عزَّوجل نے ارشاد فرمایا:

(ترجمۂ کنزالایمان) اور شیطان کہے گا (دوزخیوں سے) جب فیصلہ ہو چکے گا، بیشک اللہ نے تم کو سچا وعدہ دیا تھا اور میں نے جو تم کو وعدہ دیا تھا وہ میں نے تم سے جھوٹا کیا اور میرا تم پر کچھ قابو نہ تھا مگر یہی کہ میں نے تم کو (برائی کی طرف) بلایا تم نے میری بات مان لی تو اب مجھ پر الزام نہ رکھو خود اپنے اوپر الزام رکھو، نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکوں نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکو، وہ جو پہلے تم نے مجھے شریک ٹھہرایا تھا، میں اس سے سخت بیزار ہوں۔ (پ۱۳-ابراہیم:۲۲)

پھر اگر شیطان گھبرا کر یوں وار کرنا چاہے کہ اچھا اگر اللہ عزّ وجل ظالم یا بخیل نہیں تو اس نے تجھ پر اس قدر مصیبتوں کے پہاڑ کیوں توڑ رکھے ہیں؟ تجھے بے شمار نعمتوں سے محروم کیوں کیا ہوا ہے؟ کیا یہ اللہ عزّ وجل کی (معاذ اللہ عزّ وجل) بے انصافی نہیں کہ فلاں رِشوت خور، ڈاکو، جھوٹے، بے نمازی، گالیاں بکنے والے، فلمیں ڈرامے دیکھنے والے غرضیکہ رات دن نافرمانی میں مشغول رہنے والے کو بلکہ غیر مسلموں کو تو خوب عطا فرمایا ہوا ہے اور تو حالانکہ ہر طرح اطاعت کی کوشش کرتا ہے لیکن تجھے چھوٹی چھوٹی چیزوں کیلئے بھی ترساتا رہتا ہے۔

تو بالکل اطمینان کے ساتھ اسے جواب دیں کہ ارے بیوقوف! کیا تجھے معلوم نہیں کہ نافرمانی کے جواب میں انعام الٰہی عزّ وجل اللہ تعالیٰ کے غضب اور فرمانبرداری کے باوجود نعمتوں میں کمی اس کی رحمت کی علامت ہے جیسے کہ مخبر اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، جب میں کسی بندے پر رحم فرمانا چاہتا ہوں تو اسکی ہر برائی کا بدلہ دنیا میں ہی دے دیتا ہوں کبھی بیماری سے، کبھی گھر والوں کو مصیبت میں ڈال کر، کبھی تنگیٔ معاش سے' پھر بھی اگر کچھ بچ جائے تو اس پر مرتے وقت سختی کرتا ہوں حتیٰ کہ جب وہ مجھ سے ملاقات کرتا ہے تو گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہوتا ہے جیسا کہ اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا اور مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! میں جس بندے کو (اس کی بری حرکتوں کے سبب) عذاب دینے کا ارادہ رکھتا ہوں تو اسے اسکی ہر نیکی کا بدلہ دنیا ہی میں دے دیتا ہوں۔ کبھی جسمانی صحت سے، کبھی فراخیٔ رزق سے اور کبھی اہل وعیال کی خوشحالی سے' پھر بھی اگر کچھ نیکیاں رہ جاتی ہیں تو مرتے وقت اس پر آسانی کردی جاتی ہے حتیٰ کہ جب وہ مجھ سے ملتا ہے تو اس کی نیکیوں میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہتا جس کے سبب وہ آگ سے بچ سکے۔ (شرح الصدور)

اور جہاں تک کافروں پر نعمتوں کی فراوانی کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ یہ نعمتیں صرف دنیا تک ہی ان کے کام آئیں گی، آخرت میں ان کیلئے کوئی راحت نہیں، جبکہ مسلمان کیلئے آزمائشیں صرف دنیا تک ہیں، اِن شاءَ اللہ عزّ وجل آخرت میں آرام ہی آرام ہوگا۔ اس سلسلے میں یہ دو رِوایتیں میری راہنمائی کیلئے کافی ہیں:۔

☆ پیارے مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا مومن کیلئے قید خانہ اور کافر کیلئے جنت ہے۔ (مسلم)

☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، آپ کے جسم اطہر اور چٹائی کے درمیان کوئی بستر نہ تھا۔ چٹائی کی بنائی کی وجہ سے پہلوئے اقدس پر نشان پڑ گئے تھے۔ میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے کہ وہ آپ کی اُمت پر وسعت فرمائے کیونکہ فارس ورُوم پر بڑی وسعت ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ دنیا ان کیلئے ہو اور آخرت ہمارے لئے۔ (مسلم)

## ساتواں طریقہ......

ایسی احادیثِ مبارکہ کو بار بار پڑھیں کہ جن میں مصیبتوں اور آزمائشوں کے نازل کرنے میں پوشیدہ حکمتِ الٰہی عزّ وجل کی نشاندہی کی گئی ہو۔ اِن شاءَ اللہ عزّ وجل ان کے مطالعے کی برکت سے دل میں پیدا شدہ اضطراب و بے چینی، سکون و اطمینان میں تبدیل ہوجائیگی اور اللہ عزّ وجل کی ذاتِ پاک سے متعلق ذہن میں آنے والے فاسد و منحوس خیالات پر ندامت و شرمندگی محسوس ہوگی اور اس طرح مستقبلِ قریب و بعد میں قلب و زبان، بارگاہِ الٰہی عزّ وجل میں شکایت سے محفوظ ہوجائیں گے۔ اس ضمن میں چند احادیثِ مبارکہ درج ذیل ہیں:۔

☆ مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے، جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرے تو اسے کسی مصیبت و تکلیف میں مبتلاء فرما دیتا ہے۔ (بخاری)

☆ ایک اور مقام پر رحمتِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے کہ مسلمان کو کوئی رنج و غم یا بیماری یا صدمہ یا تکلیف یا پریشانی وغیرہ پہنچتی ہے حتیٰ کہ اگر اسے کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکے بدلے میں اس بندے کے گناہ مٹا دیتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

☆ شافعِ محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ بڑا ثواب بڑی آزمائش کیساتھ ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت فرماتا ہے تو اسے بلاء و مصیبت میں مبتلاء کر دیتا ہے، پھر جو آزمائش پر راضی رہا، اس کیلئے رضا و خوشنودی ہے اور جو ناراض ہوا، اس کیلئے ناراضگی ہے۔ (ابن ماجہ)

☆ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ جب بندے کیلئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی درجہ مقرر ہو چکا ہوتا ہے جس تک وہ اپنے عمل کے درجے کے ذریعے نہیں پہنچ سکتا، تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے جسم، مال یا اولاد کی آفت میں مبتلاء کر دیتا ہے، پھر اسے صبر بھی دیتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس درجے تک پہنچ جاتا ہے جو اللہ عزّ وجل کی جانب سے اس کیلئے مقدر ہو چکا ہوتا ہے۔ (ابوداؤد)

☆ مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ مقدس ہے کہ جب بندے کے گناہ بہت ہوجاتے ہیں اور اس کے عمل میں کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی جو اس کے گناہوں کا کفارہ بن سکے تو اللہ تعالیٰ اسے رنج و غم میں مبتلاء فرما دیتا ہے تاکہ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دے۔ (مسند احمد)

آفات و بلیات میں اللہ تعالیٰ کی پوشیدہ حکمتوں کو نقلی لحاظ سے جاننے کے ساتھ ساتھ اگر اس معرفت و پہچان کیلئے عقل کو بھی استعمال کیا جائے تو اِن شاءَ اللہ عزَّ وجلَّ یہ عمل مزید اطمینان وسکون کا سبب بن سکتا ہے۔ مثلاً

**نابینا** یوں سوچے کہ اگر میری آنکھیں ہوتیں تو ہوسکتا ہے کہ میں بدنگاہی، زِنا، جھوٹ، غیبت، چغلی، چوری، تکبر، حسد اور ظلم وتشدد جیسے گناہوں میں مبتلاء ہوکر جہنم کا ایندھن بن رہا ہوتا (کیونکہ تقریباً تمام گناہوں میں یہ آنکھیں کسی نہ کسی طرح معاون و مددگار ثابت ہوتی ہیں)۔

**غریب وتنگدست** یوں غور کرے کہ شاید مال ہوتا تو میں اسے حرام کاموں میں خرچ کرتا اور اس کی محبت میں گرفتار ہوکر زکوٰۃ وحج اور غریبوں کی امداد میں کوتاہی کا مرتکب ہوجاتا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ ڈاکو ہلاک کر جاتے یا اولاد و رِشتہ دار ہی جان کے دشمن بن جاتے جیسا کہ فی زمانہ ہمارے اطراف میں روزمرہ یہ سب کچھ ہوتا ہوا نظر آرہا ہے۔

یونہی **زبان** سے محروم مسلمان بھائی بھی زبان کے نہ ہونے کی بناء پر غیبت، چغلی، جھوٹ، دِل آزاری، الزام تراشی وغیرہ گناہوں سے محفوظ ہے۔ زبان ہوتی تو شاید گناہوں میں مبتلا ہوکر اللہ کی ناراضگی بلکہ کلماتِ کفر بک دینے کی صورت میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے عذابِ جہنم میں گرفتار ہوجاتا۔

**غرضیکہ** بعض نعمتوں سے محروم ہر اسلامی بھائی کو چاہئے کہ نعمتوں کے حصول کے نتیجے میں متوقع خطرات پر غور وتفکر کر کے خود کو مطمئن کرنے کی کوشش کرے۔ اسی ضمن میں ایک ایمان افروز اور عبرت انگیز حکایت ملاحظہ فرمائیے:۔

## مجھے شیطان دکھادے

**ایک** عابد کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اللہ عزَّ وجلَّ سے بار بار یہ سوال کرتا کہ اسے ابلیس لعین دکھایا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہی جواب ملتا تھا کہ اس خیال کو چھوڑ اور عافیت وامن کی دعا کر۔ مگر وہ عابد اسی درخواست پر مُصِر (یعنی اصرار کرنے والا) رہا۔ آخر ایک روز اللہ عزَّ وجلَّ نے ابلیس کو اس عابد پر ظاہر کردیا، جب عابد نے اسے دیکھا تو مارنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ ابلیس نے کہا کہ اگر تو نے سو سال تک زندہ نہ رہنا ہوتا تو میں تجھے ہلاک کر دیتا اور سخت سزا دیتا۔ عابد اپنی طویل زندگی سن کر مغرور ہوگیا اور دل میں کہنے لگا کہ میری عمر بہت ہے، ابھی آزادی سے گناہ کرتا ہوں آخر وقت پر توبہ کرلوں گا۔ چنانچہ وہ فسق وفجور میں مبتلاء ہوگیا، عبادت ترک کردی اور یوں ہلاکت کے گہرے گڑھے میں گرگیا۔ (منہاج العابدین)

**اللہ تعالیٰ** ہمیں خلافِ مصلحت تقاضوں کے ذریعے ہلاک ہونے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

**انسان** کو چاہئے کہ اپنی ذات کو صفتِ توکل سے متصف کرنے کی کوشش کرے، صفتِ توکل کا حصول اس لئے ضروری ہے کہ شکوہ شکایت دراصل نفس کی بے چینی و اضطراب کا نتیجہ ہوتا ہے اور وصفِ توکل کی برکت سے نفس کی بے چینی و بے قراری، سکون و اطمینان میں تبدیل ہوجاتی ہے اور یہی چین وقرار زبان پر گستاخانہ کلمات کے بجائے کلماتِ شکر جاری کروانے کا سبب بن جاتا ہے، نیز توکل کی سنت پرعمل پیرا ہونے کا مزید فائدہ یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی خصوصی امداد کا مستحق بن کر بے شمار پریشانیوں سے نجات حاصل کرلیتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکل (یعنی بھروسہ) کرو جیسا توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تم کو اس طرح رِزق دیگا جیسے پرندوں کو عطا فرماتا ہے کہ صبح بھوکے جاتے ہیں اور شام کو سیر ہوکر لوٹتے ہیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

**اس صفت کے حصول اور اس پر استقامت کیلئے چند آیاتِ مبارکہ اور واقعاتِ متبرکہ بغور ملاحظہ فرمائیے۔**

☆ (ترجمۂ کنزالایمان) اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔ (پ۲۸۔الطلاق:۳)

☆ (ترجمۂ کنزالایمان) اور بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے، ضرور ہم انہیں جنت کے بالا خانوں پر جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ہمیشہ ان میں رہیں گے کیا ہی اچھا اجر کام والوں کا، وہ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے ربّ پر ہی بھروسہ رکھتے ہیں۔ (پ۲۱، العنکبوت:۵۸، ۵۹)

☆ (ترجمۂ کنزالایمان) اور وہ جو اللہ کے پاس ہے بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والا، ان کیلئے جو ایمان لائے اور اپنے ربّ پر بھروسہ کرتے ہیں۔ (پ۲۵۔الشوریٰ:۳۶)

☆ (ترجمۂ کنزالایمان) بے شک توکل (کرنے) والے اللہ کو پیارے ہیں۔ (پ۴۔آل عمران:۱۵۹)

**حضرت** عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمایا، جو شخص فاقہ میں مبتلاء ہو جائے اور اسے لوگوں کے سامنے بیان کرے تو اس کا فاقہ ختم نہیں کیا جاتا اور جو رزق تنگ ہونے پر اللہ تعالیٰ کی طرف رُجوع کرے تو اللہ تعالیٰ اسے جلد یا بدیر رزق عطا فرمائے گا۔ (ترمذی)

**کامل** توکل رکھنے والے کے حسنِ ظن کی لاج کس طرح رکھی جاتی ہے، اس کا جوابِ لاجواب حاصل کرنے کیلئے مندرجہ ذیل دو واقعے بے حد مفید ثابت ہوں گے۔

### (۱) گھی اور شہد

**ایک** بزرگ بسلسلۂ ریاضت کسی جنگل میں تھے کہ آپ کے پاس شیطان آیا اور اس طرح وسوسے ڈالنے لگا کہ آپ کے پاس اس وِیرانے میں کچھ بھی نہیں اور یہ ایسا جنگل ہے کہ جس میں ہلاک کر دینے والی اشیاء بکثرت ہیں اور اس میں نہ تو کسی آبادی کا نشان ہے اور نہ کسی انسان کا گزر ہے۔ بزرگ نے اس شیطانی وسوسے کو فوراً محسوس کرلیا اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے دل میں پکا ارادہ کرلیا کہ میں بغیر زادِراہ کے اس جنگل کو طے کرونگا، کسی سے کوئی چیز نہ لوں گا اور اس وقت تک نہ کھاؤنگا جب تک میرے منہ میں زبردستی گھی اور شہد نہ ڈالا جائے۔ یہ ارادہ فرما کر آپ نے اس جنگل کے بالکل سنسان حصے کی طرف اپنا رُخ کرلیا اور سفر طے کرنا شروع ہو گئے۔ فرماتے ہیں کہ اس میں اسی طرح گھومتا رہا، حتیٰ کہ ایک روز میں نے دیکھا کہ ایک قافلہ راستہ بھول کر میری طرف آرہا ہے۔ میں انہیں دیکھتے ہی زمین پر لیٹ گیا تا کہ وہ مجھے نہ دیکھ پائیں لیکن اللہ تعالیٰ کی شان کہ وہ سیدھے چلتے ہوئے مجھے تک پہنچ گئے، میں نے آنکھیں بند کرلیں وہ آپس میں کہنے لگے کہ شاید اس کا زادِراہ ختم ہو چکا ہے اور بھوک و پیاس کی شدت سے بے ہوش ہے، اس لئے گھی اور شہد لاؤ تا کہ اسے ہوش میں لانے کیلئے اس کے منہ میں ڈالیں۔ چنانچہ گھی شہد لایا گیا' میں نے اپنا منہ سختی سے بند کرلیا تو انہوں نے چھری منگوا کر میرا منہ زبردستی کھولا اور گھی شہد منہ میں ڈال دیا۔ میں ہنس پڑا اور آنکھیں کھول دیں۔ میری یہ حرکت دیکھ کر وہ کہنے لگے، یہ تو کوئی پاگل لگتا ہے۔ میں نے کہا، خداعزّ وجل کی قسم! میں پاگل ہرگز نہیں ہوں، پھر میں نے اپنا تمام واقعہ انہیں سنایا تو وہ بھی حیران ہوئے۔ (منہاج العابدین)

## (۲) ایک ایک لقمہ حلوہ

**ایک** بزرگ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے زمانۂ طالبِ علمی میں دورانِ سفر اپنے اسلافِ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت کے مطابق آبادی سے دُور ایک مسجد میں بغیر کسی ساز و سامان کے قیام کیا۔ شیطان نے کھانے پینے سے متعلق وسوسے ڈال کر میرے توکل میں خلل ڈالنے کی کوشش کی۔ وسوسوں کے جواب میں مَیں نے تہیہ کرلیا کہ اب یہیں پر رہونگا اور خداعزّ وجل کی قسم! حلوے کے علاوہ کچھ بھی نہ کھاؤں گا اور حلوہ بھی اس وقت تک نہ کھاؤں گا کہ جب تک ایک ایک لقمہ کرکے میرے منہ میں نہ ڈالا جائے۔ چنانچہ میں دروازہ بند کرکے عبادت میں مشغول ہوگیا۔ جب رات کا ابتدائی حصہ گزر گیا تو کسی نے زور زور سے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ایک بڑھیا ایک نوجوان کے ساتھ کھڑی ہے اور اس کے ہاتھ میں ایک ڈھکا ہوا تھال ہے جس میں سے حلے کی خوشبو آرہی ہے، میں نے انہیں اندر آنے دیا۔ بڑھیا نے تھال میرے آگے رکھ دیا اور کہنے لگی کہ یہ نوجوان میرا بیٹا ہے' میں نے اس کیلئے حلوہ تیار کیا ہے، دورانِ گفتگو اس نے قسم کھالی کہ میں یہ حلوہ کسی مسافر کے ساتھ ہی کھاؤں گا۔ چنانچہ تو بھی کھا' تا کہ میرا بیٹا بھی کھاسکے، اللہ تعالیٰ تجھ پر اپنا رحم فرمائے۔ اس کے بعد بڑھیا نے ایک لقمہ بنا کر میرے منہ میں ڈالا اور دوسرا اپنے بیٹے کے منہ میں' وہ اسی طرح لقمے کھلاتی رہی حتیٰ کہ میں نے سیر ہوکر حلوہ کھایا۔ ان دونوں کے جانے کے بعد میں دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کی حسنِ تدبیر پر دیر تک حیران ہوتا رہا۔ (منہاج العابدین)

## نواں طریقہ......

ہمیں چاہئے کہ اپنے اسلافِ کرام رضی اللہ عنہم کے حالاتِ زندگی پر غور و تفکر کریں اِن شاءَ اللہ عزَّ وجل ان کے سادہ ترین طرزِ حیات کے مطالعے کی برکت سے بہت سے معاملات میں زبان شکوہ وشکایت سے رُک جائے گی۔

☆ **اللہ** عزَّ وجل نے قرآنِ پاک میں ارشاد فرمایا:

(ترجمۂ کنزالایمان) اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں، اگر چہ انہیں شدید محتاجی ہو۔ (پ ۲۸۔الحشر:۹)

**اس** آیتِ مبارکہ کے شانِ نزول کے بارے میں تفسیر خزائن العرفان میں ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بھوکا شخص آیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجروں پر کھانے کی کسی چیز کے بارے میں معلوم کرایا۔ پتا چلا کہ کسی بی بی صاحبہ کے یہاں کچھ بھی نہیں ہے۔تب مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا، جو اس شخص کو مہمان بنائے' اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرمائے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت لے کر مہمان کو اپنے گھر لے گئے۔ گھر لے جا کر زوجہ سے دریافت کیا کہ کچھ کھانے کو ہے؟ عرض کی، اور کچھ نہیں بس بچوں کیلئے تھوڑا سا کھانا رکھا ہے۔آپ نے فرمایا، بچوں کو بہلا کر سلا دو اور جب مہمان کھانے بیٹھے تو چراغ دُرست کرنے کے بہانے اُٹھنا اور اسے بجھا دینا' تا کہ مہمان کو معلوم نہ ہو کہ ہم اس کے ساتھ نہیں کھا رہے کیونکہ اگر اسے معلوم ہو گیا تو اِصرار کرے گا اور کھانا کم ہے بھوکا رہ جائے گا۔ زوجہ نے یونہی کیا۔اس طرح مہمان کو کھانا کھلایا اور ان حضرات نے رات بھوکے ہی گزار دی۔ جب صبح آپ مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مخبرِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، رات فلاں فلاں لوگوں میں عجیب معاملہ پیش آیا، اللہ تعالیٰ ان سے بہت راضی ہے، پھر یہی آیتِ مبارکہ نازل ہوئی۔

☆ ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابو بکر بن حفص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتقال کے وقت سیّدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرمایا، اے بیٹی! میں اگر چہ مسلمانوں کا خلیفہ تھا مگر میں نے اس منصب سے روپے پیسے کا فائدہ کبھی حاصل نہ کیا' سوائے اس کے کہ معمولی طور پر کھایا اور پہن لیا۔ اب میرے پاس سوائے اس حبشی غلام، پانی کھینچنے والی اونٹنی اور اس پرانی چادر کے بیت المال کی کوئی چیز نہیں ہے' میرے مرنے کے بعد تم ان سب چیزوں کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دینا۔ (تاریخ الخلفاء)

☆ قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر اون کا لباس پہنتے تھے جس میں چمڑے کا پیوند لگا ہوتا تھا حالانکہ آپ امیر المؤمنین تھے۔ (تاریخ الخلفاء)

☆ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کُرتے میں شانے کے قریب چار پیوند لگے دیکھے۔ (تاریخ الخلفاء)

☆ ابو عثمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاجامے میں چمڑے کا پیوند لگا ہوا تھا۔ (تاریخ الخلفاء)

☆ حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حج کیا۔ دورانِ سفر آپ کسی منزل پر ٹھہرتے تو کوئی خیمہ یا شامیانہ نہ لگواتے بلکہ یونہی کسی درخت کے نیچے کمبل یا کپڑے وغیرہ کا سائبان ڈال کر اس کے سائے میں آرام فرما لیا کرتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء)

☆ حضرت عکرمہ بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کی صاحبزادی بی بی حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک روز عرض کی کہ باباجان! اگر آپ عمدہ غذا کھائیں تو امورِ خلافت اور زیادہ بہتر طریقے سے انجام دیں اور امر حق پر بھی زیادہ قوی ہوجائیں۔ آپ نے جواب فرمایا، میرے بچو! اس مشورے کا شکریہ، لیکن میں نے اپنے دونوں دوستوں یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خاص دستور کا پابند دیکھا ہے اگر میں ان کے طریقہ کار کے مطابق عمل نہ کروں تو ان کی منزل کس طرح پاسکوں گا؟ (تاریخ الخلفاء)

☆ یونس بن ابی شبیب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بننے سے پہلے دیکھا تھا تو ان کے موٹاپے کی وجہ سے ان کا نیفہ ان کے پیٹ کی شکن میں گھسا ہوا تھا (یعنی آپ کافی موٹے تھے) لیکن خلیفہ بننے کے بعد دیکھا تو ان کی یہ حالت تھی کہ ان کی ہر ہڈی اور ہر پسلی بغیر ہاتھ لگائے ہی گنی جاسکتی تھی۔ (تاریخ الخلفاء)

☆ مسلمہ بن عبدالملک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلافت کے زمانے میں میں ان کی عیادت کیلئے خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے جسم پر ایک بہت ہی میلا کرتا تھا، یہ حالت دیکھ کر میں نے ان کی زوجہ سے عرض کی کہ آپ یہ کرتا دھو کیوں نہیں دیتیں؟ انہوں نے جواب دیا، بھائی! ان کے پاس صرف یہی ایک کرتا ہے اگر میں اسے دھوؤں تو پھر یہ پہنیں کیا؟ (تاریخ الخلفاء)

☆ آپ کے غلام ابوامیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک روز آقا کی حرمِ محترم (یعنی حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ زوجۂ محترمہ) نے مسور کی دال کھانے کو دی تو میں نے شکایت کی کہ مجھ سے روز یہ مسور کی دال نہیں کھائی جاتی۔ آپ نے نرمی سے جواب دیا، بیٹے! خود تمہارے آقا امیر المؤمنین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی خوراک بس یہی مسور کی دال ہے۔ (تاریخ الخلفاء)

☆ حضرت سعید بن سوید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نماز پڑھانے آتے تو اس حال میں کہ آپ کی قمیص کے آگے پیچھے پیوند لگے ہوتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء)

☆ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بی بی رابعہ بصریہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) کے پاس گیا، دیکھا کہ ایک ٹوٹا ہوا پیالہ رکھا ہوا تھا' جسے وضو اور پانی پینے کیلئے استعمال کرتی تھیں، ایک پرانی چٹائی اور ایک اینٹ تھی جسے تکیہ کے طور پر استعمال کیا جاتا۔ آپ کی یہ تنگ دستی دیکھ کر مجھے رونا آ گیا۔ میں نے کہا، میرے کچھ دولت مند دوست ہیں اگر آپ چاہیں تو آپ کیلئے ان سے کچھ طلب کروں؟ آپ نے جواب دیا، اے مالک! آپ نے سخت غلطی کی' کیا میرا اور ان کا روزی عطا فرمانے والا ایک نہیں ہے؟ میں نے کہا' ہاں' پھر فرمایا کہ کیا کبھی اللہ تعالیٰ نے مفلسوں کو اس لئے فراموش فرمایا کہ وہ مفلس ہیں اور کبھی دولت مند کو اسلئے یاد رکھا کہ وہ دولت مند ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا جب وہ ذاتِ پاک تمام حال جانتی ہے تو پھر کیا ضرورت ہے کہ اسے یاد کروانے کی کوشش کی جائے، اگر اس کی خواہش یہی ہے تو ہماری خواہش بھی یہی ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء)

☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتنے برس نبی رہے (یعنی دنیا میں جلوہ افروز رہے) لیکن آپ کی اور آپ کے اہل خانہ کی یہ حالت تھی کہ کبھی دن کو کھانا کھایا تو رات کو بھوکے رہے اور رات کو کھایا تو دن کو بھوکے رہے اور مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے کپڑے دھونے کیلئے اُتارتے اور دھو کر پھیلاتے، اتنے میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ کر نماز کی اطلاع دیتے تو آپ کے پاس دوسرا کپڑا نہ ہوتا تھا کہ اسے پہن کر نماز کیلئے تشریف لیجاتے چنانچہ جب وہی کپڑے سوکھتے تو پہن کر نکلتے۔ (احیاء العلوم)

☆ سیّدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر میں ہم پر چالیس چالیس روز گزر جاتے تھے لیکن نہ تو چراغ جلتا تھا نہ آگ سلگتی تھی۔ کسی نے عرض کی کہ پھر گزراوقات کی کیا صورت تھی؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد فرمایا، کھجور اور پانی۔ (ابن ماجہ)

☆ حمص کے گورنر حضرت عمر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے دریافت کیا کہ دنیاوی سامان سے تمہارے پاس کیا کیا چیزیں ہیں؟ عرض کی، ایک عصا ہے جس سے سہارا لیتا ہوں اور سانپ وغیرہ کو مارتا ہوں، اناج رکھنے کیلئے ایک تھیلا ہے، ایک برتن ہے جس میں کھانا کھاتا ہوں، اسی کو غسل کیلئے استعمال کرتا ہوں، اسی سے کپڑے دھوتا ہوں اور ایک لوٹا ہے جسے طہارت کیلئے استعمال کرتا ہوں اور اسی سے پانی پیتا ہوں اور بس۔ (احیاء العلوم)

**آپ** نے ملاحظہ فرمایا کہ شہنشاہِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُمت کی تعلیم اور محتاجوں کی تسلی کیلئے کس قدر قلیل مال و متاع پر قناعت فرمائی اور آپ کی اتباع میں صحابہ کرام اور اولیائے عظام رضی اللہ عنہم نے بھی اپنے سادہ طرزِ زندگی کے ذریعے قیامت تک آنے والے مسلمانوں کیلئے کیسا بہترین عملی نمونہ پیش فرمایا۔ کاش! ہم بھی نعمتوں کی کمی پر شکوہ کرنے کی بجائے اپنے بزرگانِ دین رضی اللہ عنہم کی حیاتِ پاک کو یاد کر کے خود کو صبر کا عادی بنا کر بلندیٔ درجات، گناہوں کے کفارے، اللہ عزَّ وجلَّ کی رضا اور جنت کے حصول کی فکر کرتے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے، آمین

## آخری عرض

**پیارے اسلامی بھائیو!** یہاں تک بیان کردہ مدنی معروضات کو بغور پڑھنے کے بعد اپنی سابقہ زندگی پر ایک محاسبانہ نگاہ دوڑائیے۔ اگر آپ کو یاد آجائے کہ کسی نازک لمحے میں شیطان کے بہکاوے میں آکر اللہ تعالیٰ کی تقسیم بے عیب پر قلبی یا زبانی طور پر اعتراض جیسی سنگین غلطی میں مبتلاء ہونے کی نادانی سرزد ہوچکی ہے تو چاہئے کہ فوراً سے پیشتر توبہ کرلیں اور اگر مناسب تصور فرمائیں تو توبہ کے ساتھ ساتھ احتیاطاً تجدید ایمان اور اگر شادی شدہ ہیں تو تجدید نکاح کرنا بھی بہتر رہے گا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کبھی غصے یا جھنجھلاہٹ میں زبان سے کوئی کلمۂ کفر نکل گیا ہو۔

**اس سلسلے میں** خصوصاً اسلامی بہنوں کیلئے اپنا محاسبہ کرنا بے حد ضروری ہے کیونکہ فطرتاً اسلامی بہنوں میں صبر کا مادہ بہت کم ہوتا ہے اور یہی صبر کی کمی شکوہ وشکایت میں کثرت کا سبب بنتی ہے۔ اسلامی بہنوں کو درج ذیل حدیثِ پاک پر ٹھنڈے دل سے غور کرکے خوفِ خدا عزَّ وجلَّ محسوس کرنا چاہئے کہ ایک مرتبہ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں سے ارشاد فرمایا، اے عورتوں کے گروہ! تم صدقہ وخیرات زیادہ دیا کرو، کیونکہ مجھے دکھایا گیا ہے کہ بروزِ قیامت تم زیادہ جہنم میں جاؤ گی۔ عورتوں نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کس سبب سے؟ ارشاد فرمایا کہ تم لعنت زیادہ کرتی ہو اور اپنے خاوند کی ناشکری کرتی ہو۔ (بخاری ومسلم)

**شیخ** عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیثِ پاک کے تحت ارشاد فرماتے ہیں کہ عورت کا مزاج ہے کہ اگر شوہر سے سو قسم کے ناز ونعمت بھی دیکھ چکی ہو اور صرف ایک بار اس کے حق میں کمی واقع ہوجائے تو کہہ دیتی ہے کہ تیرے پاس آکر میں نے سکھ چین کا منہ نہیں دیکھا۔ جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں آچکا ہے۔ (اشعۃ اللمعات)

**اسلامی بہنیں** ملاحظہ فرمائیں کہ جب شوہر کے احسانات کے جواب میں ناشکرے پن میں گرفتار ہونا کثرت سے جہنم میں جانے کا سبب بن سکتا ہے تو پھر مالکِ کائنات عزَّ وجلَّ کی عطا کردہ نعمتوں کی کثرت کے باوجود شکایت کی عادت کتنی مہلک ثابت ہوگی۔

**نتیجہ** یہ نکلا کہ ہر ایک کو چاہئے کہ آئندہ کیلئے اپنی زبان کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے حصول پر شکر کا بتکلف عادی بنائے اور اس بہترین خصلت پر استقامت حاصل کرنے کیلئے ایسے لوگوں کی صحبت سے بچنے کی کوشش کرے کہ جو کسی بھی حال میں اللہ تعالیٰ سے راضی وخوش ومطمئن نہیں رہتے بلکہ انہیں ہر وقت کسی نہ کسی نعمت کی کمی کا شکوہ کرتے ہی دیکھا جاتا ہے اس کے برعکس ایسے لوگوں کی صحبت کو ضرور تلاش کرے کہ جو نہ صرف خود ہر معاملے میں اپنے ربّ عزَّ وجلَّ کی رضا پر راضی رہتے ہیں بلکہ دوسرے اسلامی بھائی بہن کو شکایت واعتراض کے ذریعے اپنی آخرت کو برباد کرتا دیکھیں تو احسن طریقے سے اصلاح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

**الحمدللہ عزَّ وجل!** اس قسم کے پاکیزہ فطرت اسلامی بھائیوں اور اسلامی بہنوں کی صحبت حاصل کرنے کیلئے **دعوتِ اسلامی** کے بابرکت ماحول کے قریب رہنے کی کوشش کیجئے۔ کراچی پر دعوتِ اسلامی کا ہفتہ وار اجتماع، سبزی منڈی میں واقع عالمی مرکز **فیضانِ مدینہ** میں ہر ہفتے کو اسلامی بھائیوں کیلئے اور ہر اتوار کو اسلامی بہنوں کیلئے منعقد ہوتا ہے۔

**آپ** نہ صرف خود کرم فرمایئے بلکہ اپنے گھر کی اسلامی بہنوں کو بھی شرکت فرمانے کی ترغیب دیجئے۔ دیگر شہروں میں رہائش پذیر اسلامی بھائی اپنے شہروں میں ہونے والے اجتماع کے دن اور مقام کی معلومات حاصل فرما کر شرکت کی کوشش کریں۔

**اللہ تعالیٰ** تمام مسلمان بھائیوں اور بہنوں کو ہمیشہ کیلئے شکوہ شکایت سے دُور فرمائے، اپنی رضا پر راضی رہنے اور صبر و تحمل کا عادی بننے کی توفیق عطا فرمائے نیز گزشتہ زندگی جتنی بے ادبی سرزد ہوئی اس سے درگزر فرمائے۔ آمین بجاہِ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم